الاجازۃ بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ

نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنے سے متعلق ایک بلند پایہ علمی وتحقیقی رسالہ

نمازِ جنازہ کے بعد دُعا کا حکم

مُصنّف

محدّثِ اعظمِ ہند

حضرت علامہ مولانا سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی

(۱۳۱۱ - ۱۳۸۱ھ / ۱۸۹۵ - ۱۹۶۱ء)

تحقیق وتخریج

مولانا طفیل احمد مصباحی

ناشر

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن

حیدرآباد دکن

الإجازة بالدعاء بعد صلوٰة الجنازة

[1335ھ/1917ء]

نمازِ جنازہ کے بعد

دعا کا حکم

اشرف المحدثین، مخدوم الملت، شیخ الہند، بحر الکمال، امام المتکلمین
تاج العرفاء، سراج العلماء، سید الشعراء

محدث اعظم ہند

حضرت علامہ مولانا سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی

(۱۳۱۱-۱۳۸۱ھ/ ۱۸۹۵-۱۹۶۱ء)

ناشر

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن

حیدرآباد، دکن

بفیضِ روحانی شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، اشرف المرشدین
حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

سلسلۂ اشاعت بزبانِ اردو: 84

- نام کتاب : الإجازة بالدعاء بعد صلوٰة الجنازة
- اردو نام : نمازِ جنازہ کے بعد دعا کا حکم
- مصنف : محدث اعظم حضرت علامہ مولانا سید محمد اشرفی الجیلانی کچھوچھوی۔
- تحقیق وتخریج : مولانا محمد طفیل احمد مصباحی۔
- پروف ریڈنگ : بشارت علی صدیقی و مولانا مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی۔
- تقریظ ونظر ثانی : ادیب عصر حضرت علامہ محمد ناظم علی رضوی مصباحی دام ظلہ العالی۔
- کمپوزنگ : پیامی کمپیوٹر گرافکس، مبارک پور، اعظم گڑھ۔
- تحریک واہتمام : محمد بشارت علی صدیقی اشرفی، جدہ-حجاز مقدس۔
- اشاعت اول : 1335ھ/1917ء۔
- اشاعت دوم : 1438ھ/2017ء (عرس محدث اعظم ہند)
- ناشر : اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد، دکن۔
- صفحات : 96 } ہدیہ :

ملنے کے پتے

☆ محمد طفیل احمد مصباحی، ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور-8416960925
☆ سُنّی پبلی کیشنز، دریا گنج، دہلی-09867934085
☆ اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد-09502314649
☆ مکتبہ انوار مصطفیٰ، مغلپورہ، حیدرآباد-09966352740
☆ مکتبہ نور الاسلام، شاہ علی بنڈہ، حیدرآباد-09966387400
☆ مکتبہ شیخ الاسلام، احمد آباد، گجرات-09624221212
☆ عرشی کتاب گھر، میر عالم منڈی، حیدرآباد-09440068759
☆ مدنی فاؤنڈیشن، ہبلی، کرناٹک-08147678515

فہرست کتاب

❀❀❀

انتساب

امام اعظم

ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی

غوث اعظم

سید محی الدین عبد القادر جیلانی

ہم شبیہ غوث اعظم

سید علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی

مجدد اعظم

امام احمد رضا خان قادری بریلوی

محدث اعظم

سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی

سرکار کلاں

سید مختار اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی

شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، اشرف المرشدین

حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے جو تمام جہانوں کا خالق و مالک ہے۔ بعد حمدِ خدائے تعالیٰ، بے شمار درود و سلام شاہِ لولاک، رسول پاک حضرت محمد ﷺ پر، ان کے اہلِ بیت پر، ان کے محبوب اصحاب پر اور ائمہ شریعت و طریقت پر۔

الإجازة بالدعاء بعد صلوٰة الجنازة (1335ھ/1917ء)- محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی [1311-1381ھ/1895-1961ء] کی بلند پایہ علمی تحقیقی کتاب ہے جو آج سے تقریباً سو سال قبل "دافع الاستفاع عن جواز الدعاء بعد صلوٰة الجنازة بالاجماع" معروف بہ "احسن التحقیقات فی جواز الدعاء للأموات" اور "الإجازة بالدعاء بعد صلوٰة الجنازة" کے نام سے مطبع اہلِ سنت و جماعت، زکریا اسٹریٹ کلکتہ، بنگال سے محسن قوم و ملت، خلیفۂ اعلیٰ حضرت- جناب منشی محمد لعل قادری مدراسی ثم کلکتوی کے زیر اہتمام شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کا ایک ہی نسخہ اب تک دستیاب ہو پایا تھا جو حضرت علامہ مولانا ذاکر حسین اشرفی مصباحی راج محلی مدظلہ العالی کے پاس موجود تھا اور انہی کی عنایت سے مجھے حاصل ہوا جس کے لیے میں مولانا ذاکر صاحب کا بے حد ممنون و مشکور ہوں۔

کتاب کی حصولیابی کے بعد مجھے اس کی جدید اشاعت کی فکر تھی اور ایک بار علامہ مولانا طفیل احمد مصباحی مدظلہ العالی سے دوران گفتگو اپنی خواہش ظاہر کی اور وہ اس کتاب پر کام کرنے کے لیے راضی ہو گئے۔ مولانا طفیل صاحب نے اس کتاب پر کافی محنت کی، تحقیق اور تخریج کی جس کی بنا پر وہ ہم اہل سنت و جماعت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔

میں سیدی، کنزی، مرشدی، رئیس المحققین، شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا مفتی سید

محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی؛ جانشین محدث اعظم ہند- فاضل بغداد حضرت علامہ مولانا سید حسن عسکری اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی اور جانشین شیخ الاسلام عالم نبیل حضرت علامہ مولانا سید حمزہ اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی کا بھی ممنون و مشکور ہوں جن کی عنایتوں اور محبتوں کے سائے یہ کام جاری و ساری ہے۔

کتب محدث اعظم کی اشاعت میں جس ہستی نے ہر وقت میری حوصلہ افزائی کی اور میرے کاندھے سے کاندھا ملا کر ہمہ وقت کھڑی رہی وہ میرے عزیز و محسن علامہ مولانا مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی مدظلہ العالی ہیں، میں حضرت مفتی صاحب کا تہہ دل سے ممنون و مشکور ہوں۔

الإجازة بالدعاء بعد صلوٰة الجنازة "اشرفیہ اسلامک فاونڈیشن" کی الحمدللہ 84 ویں پیش کش ہے- ہم نے اپنے اشاعتی منصوبوں کے تحت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی مدظلہ العالی کی موجودہ عمر مبارک کی نسبت سے اتنے ہی علمی و تحقیقی رسائل و کتب شائع کرنے کا عزم کیا ہے۔ اب تک تقریباً 100 سے زائد مختلف عنوانات پر تحقیقی کام کروا چکے ہیں، جن میں کئی ایک نایاب اور مفید کُتب و رسائل ہیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے اس خدمت کو قبول فرمائے، ہر کام کو پائے تکمیل تک پہنچائے، ناشرین و اراکین "اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن" کو مزید دینی و علمی خدمت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور احباب اہل سنت کے لیے اس کتاب کو نفع و فیض بخش بنائے!

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ!

فقیر غوثِ جیلاں وسمناں
محمد بشارت علی صدیقی اشرفی
جدہ شریف، حجاز مقدس-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہٖ الکریم

عرض حال

از: محمد طفیل احمد مصباحی

سب ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ (یوپی)

خانوادۂ اشرفیہ، کچھوچھہ مقدسہ سے تعلق رکھنے والی علمی، ادبی اور روحانی شخصیات نے ہر دور میں دین ومذہب اور قوم وملت کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

اعلیٰ حضرت حضور اشرفی میاں کچھوچھوی کے بعد سلطان المناظرین، محدث اعظم ہند حضرت علامہ ابوالمحامد سید محمد اشرفی کچھوچھوی علیہما الرحمہ کی ذاتِ اعلیٰ صفات اس جہت سے منفرد وممتاز ہے کہ آپ نے دین ومسلک اور قوم وملت کے لیے بے پناہ قربانیاں دیں اور مختلف میدانوں میں قدم رکھ کر مذہب ومسلک کے تحفظ وبقا کی خاطر جنگیں لڑیں۔

درس وتدریس، وعظ وتقریر اور تصنیف وتالیف، ان تینوں ذرائع تبلیغ کا آپ نے سہارا لیا اور قابلِ رشک کارنامے انجام دیے۔ خطابت کے تو بادشاہ تھے۔ احقاقِ حق وابطالِ باطل میں وہ کمال حاصل تھا کہ "سلطان المناظرین" کے لقب سے یاد کیے گئے۔ علمِ حدیث وتفسیر میں مہارت حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ "محدثِ اعظم ہند" اور سید المفسرین" جیسے بھاری بھر کم خطاب سے آپ کو نوازا گیا۔ شعر وادب میں اپنے وقت کے استاذ الشعرا اور "امیر الادباء" تھے۔ غرض کہ آپ بہت سارے اوصاف وکمالات کے جامع تھے۔ آپ کی خدماتِ جلیلہ اور تصانیف عالیہ، آپ کی عظمت ورفعت کو اجاگر کرنے کے لیے کافی ہیں۔

اپنی ہمہ جہت دینی، علمی، تدریسی، تبلیغی اور تنظیمی وتحریکی خدمات کے علاوہ تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی آپ نے اپنے گراں قدر نقوش چھوڑے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب "نمازِ جنازہ کے بعد دعا کا حکم" حضرت محدثِ اعظم ہند کا ایک بلند پایہ علمی و تحقیقی رسالہ ہے، جسے انھوں نے ایک استفتا کے جواب میں قلم بند فرمایا ہے۔ یہ کتاب آج سے تقریباً سو سال قبل "دافع الاستفاع عن جواز الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ بالاجماع" معروف بہ "احسن التحقیقات فی جواز الدعاء للأموات" اور "الإجازۃ بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ" کے نام سے مطبع اہلِ سنت و جماعت، زکریا اسٹریٹ کلکتہ، بنگال سے محسن قوم و ملت جناب منشی محمد لعل صاحب مرحوم کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب میں حضرت محدث اعظم ہند نے موضوع سے متعلق تمام ممکنہ گوشوں پر بڑی عالمانہ اور محققانہ گفتگو فرمائی ہے اور قرآن و حدیث، اقوالِ ائمہ و ارشادات فقہا کی روشنی میں یہ مسئلہ منقح فرمایا ہے کہ نمازِ جنازہ سے قبل یا نمازِ جنازہ کے بعد (قبلِ دفن یا بعدِ دفن) مُردوں کے حق میں دعا کرنا جائز و مستحب اور مسنون و مندوب ہے۔ اپنے موقف کی تائید میں آپ نے دلائل و براہین کے انبار لگا دیے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے اپنے اس گراں قدر فتویٰ کو علمائے عصر کی تائیدات و تصدیقات سے بھی مزین کیا ہے۔ جس سے اس کی اہمیت دو چند ہو گئی ہے۔

دو سال قبل محب گرامی جناب بشارت علی صدیقی حیدر آبادی دام ظلہ العالی، مقیم حال جدہ، سعودی عربیہ نے فقیر طفیل احمد مصباحی عفی عنہ کے پاس اس کا اسکین شدہ نسخہ بذریعہ ای میل ارسال کیا اور اس کی تحقیق و تخریج کا کام فقیر کے ذمے سپرد کیا۔ کثرتِ کار، ہجوم افکار اور کچھ خانگی مسائل میں پریشان رہنے کے سبب اس کام کی تکمیل میں دو سال کا عرصہ بیت گیا۔ دورانِ تحقیق و تخریج متعدد کتابوں کے حوالے اور اصل ماخذ دستیاب نہ ہو سکے۔ اس سلسلے میں راقم الحروف نے شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں جیلانی کچھوچھوی دامت برکاتہم القدسیہ کی بارگاہ میں گذارش بھی کی۔ آپ نے فرمایا کہ: حضرت محدثِ اعظم ہند کی ساری کتابیں مختار اشرف لائبریری، کچھوچھہ شریف میں وقف کر دی گئی ہیں، وہاں تلاش کرو، مطلوبہ کتابیں مل جائیں گی۔ فقیر نے اس لائبریری کا بھی رخ کیا، مگر افسوس یہ کتابیں وہاں بھی دستیاب نہ ہو سکیں، آخر کار مجبور ہو کر جگہ جگہ حاشیہ میں یہ لکھنا پڑا کہ "فلاں کتاب راقم الحروف کو دستیاب نہ ہو سکی۔"

استاذ نا الکریم محقق عصر حضرت علامہ مفتی محمد ناظم علی رضوی مصباحی دام ظلہ العالی، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے اس کتاب پر ایک جان دار مقدمہ لکھ کر کتاب کی اہمیت کو دوبالا کر دیا ہے۔ یہ مقدمہ بجائے خود ایک گراں قدر علمی و تحقیقی سرمایہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے استاذ محترم کا سایۂ عاطفت تادیر قائم و باقی رکھے اور آپ کو جزائے خیر سے نوازے، آمین۔ ہم حضرت کے شکر گزار ہیں۔

محب گرامی عالی جناب بشارت علی صدیقی دام ظلہ ایک جواں سال اور جواں فکر اسلامی اسکالر ہیں۔ انگریزی زبان و ادب میں درک رکھتے ہیں اور درجنوں کتاب اردو سے انگریزی میں ترجمہ کر چکے ہیں۔ سینے میں قوم و ملت کا درد اور علوم و فنون کی اشاعت کا پاکیزہ جذبہ رکھتے ہیں۔ آپ کی توجہ خاص اور تعاونِ خاص سے زیرِ نظر کتاب دوبارہ اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد، دکن سے شائع ہو رہی ہے۔

موصوف اس سے قبل بھی فقیر کی تخریج و تحقیق کردہ کتاب "نزهة المقال فی لحیة الرجال" جو رئیس المحققین حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری کی بلند پایہ تصنیف ہے، شائع کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں بشارت صاحب قبلہ درجنوں کتاب اپنے اس مکتبہ سے شائع کر چکے ہیں اور حضور محدث اعظم ہند کی جملہ کتب و رسائل کو از سرِ نو منظر عام پر لانے کا منصوبہ بنائے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے عزائم کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے اور آپ کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرما کر اجرِ عظیم سے نوازے اور اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیهم التحیة والتسلیم!

محمد طفیل احمد مصباحی

خادم ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

۱۵ر مارچ ۲۰۱۷ء بروز منگل

مطابق ۱۶ر جمادی الآخرہ ۱۴۳۸ھ

❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامدًا ومصلیًا ومسلمًا

تقدیم

مسلمان مُردوں کے لیے ایصالِ ثواب کرنا اور ان کے لیے مغفرت اور بلندیٔ درجات وغیرہ کی دعا کرنا جائز ہے۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ۔ (۱)

اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

تفسیر روح البیان میں اس آیتِ کریمہ کے تحت ہے:

وفی الآیۃ دلیل علی ان الترحم والاستغفار واجب علی المومنین الآخرین للسابقین بھم لاسیما لآبائھم ومعلمیھم أمور الدین۔

یہ آیتِ کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ گزشتہ مسلمانوں کے لیے رحمت کی دعا کرنا اور مغفرت چاہنا پچھلے مسلمانوں پر واجب ہے، خاص کر اپنے آبا و اجداد اور دینی علوم کے اساتذہ کے لیے۔ نیز ارشاد فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (۲)

ماں باپ کے لیے دعا کرو اور کہو کہ اے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ ان دونوں نے بچپنے میں مجھے پالا۔

۱۔ القرآن الکریم، سورۃ الحشر۔

۲۔ القرآن الکریم، سورۃ بنی اسرائیل، رکوع: ۳۔

اس کے تحت تفسیر روح البیان میں ہے:

"وادع الله أن یرحمهما برحمته الباقیة ولا تکتف [یہاں پر لا یکتف ہونا چاہیے] برحمتك الفانیة۔

یعنی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو کہ وہ اپنی رحمت باقی کے ساتھ ان پر رحم فرمائے اور اپنی رحمت فانی پر اکتفا نہ کرو۔

قرآن کریم کی ان آیتوں سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ مسلمان مُردوں کے لیے بخشش ورحمت ومغفرت کی دعا کرنا جائز ہے۔ چاہے وہ آبا واجداد ہوں یا اساتذۂ دینی یا ان کے علاوہ۔ چاہے وہ نمازِ جنازہ سے قبل ہو یا نمازِ جنازہ کے بعد، دفن سے قبل ہو یا دفن کے بعد، چاہے قبر پر ہو یا گھر میں یا کسی اور موزوں مقام پر۔ اس لیے کہ اس میں اس حکم کو بلا تقیید وتخصیص ذکر فرمایا اور حکم جب مطلق ہوتا ہے تو اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے، اس لیے دعا کرنے والے کو یہ حق ہے کہ وہ جب چاہے اور جہاں چاہے دعا کرے، اس سے کوئی امر مانع نہیں۔

رئیس المتکلمین حضرت علامہ مولانا نقی علی خاں فرماتے ہیں:

استدلال بعموم اطلاق سے اہلِ اسلام میں از عہدِ صحابۂ کرام بلا نکیر جاری ہے اور عقلِ سلیم کہ (نوائب اوہامِ باطلہ سے پاک ہے) اس کی صحت پر حکم کرتی ہے۔

مسلم الثبوت میں ہے:

"وایضا شاع وذاع احتجاجهم سلفا وخلفا بالعمومات من غیر نکیر۔"

بحر العلوم فرماتے ہیں:

"یعنی ان القدماء الصحابة یحتجون فی الأحکام الشرعیة بالعمومات أی بالالفاظ الدالة علیها۔"

مشکاۃ المصابیح میں ہے:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا کہ ہم صحابۂ کرام حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری شخص کے جنازے میں شریک ہوئے، ہم لوگ ان کی قبر کے پاس پہنچے، ابھی انھیں دفن نہ کیا گیا تھا، ہم لوگ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے

اردگرد اس طرح بیٹھے تھے جیسے ہمارے سروں پر پرندہ بیٹھا ہو۔ آپ کے دستِ اقدس میں ایک لکڑی تھی جسے آپ کریدتے اور اس سے خط کھینچتے تھے، پھر آپ نے اپنا سرِ اقدس اٹھا کر ارشاد فرمایا:

"استعیذوا باللہ من عذاب القبر مرتین او ثلاثاً۔"

عذابِ قبر سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگو۔ آپ دوبار یا تین بار فرمایا۔

یہ پناہ مانگنا اور اس کا حکم فرمانا خاص اس مقام پر دعا کا حکم دینا نہیں تو پھر کیا ہے؟

صحیح مسلم شریف میں ام المومنین حضرتِ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اذا حضرتم المیت فقولوا خیرا فإن الملائکۃ یومنون علی ما تقولون۔"(۱)

جب تم مُردے کے پاس جمع ہو تو اس کے حق میں نیک کلمات کہو، کیوں کہ فرشتے تمہارے کلماتِ خیر پر آمین کہتے ہیں۔

یہ کلمات خیر دعا نہیں پھر کیا ہیں؟ آپ کا اپنے صحابہ کو اس بات کا حکم فرمانا گویا مرنے کے بعد مسلمان مُردوں کے حق میں دعائے خیر کا حکم دینا ہے۔

حافظ بیہقی نے اس حدیث کو روایت کیا اور حاکم نے اسے صحیح کہا کہ جب صحابیِ رسول براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور یہ دعا فرمائی:

"اللھم اغفرہ وارحمہ وادخلہ جنتك۔"

اے اللہ! انھیں بخش دے اور جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرما اور اپنی جنت میں داخل فرما۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے تخریج کی کہ آپ نے فرمایا:

جو شخص قبرستان جائے وہ یہ دعا کرے:

"اللھم رب الاجساد البالیۃ والعظام النخرۃ التی خرجت من الدنیا وھی بك مومنۃ ادخل علیھا روحا منك وسلاما منی استغفر لہ کل مومن مات منذ خلق اللہ آدم۔"

۱۔ مشکاۃ المصابیح، کتاب الجنائز، ص:۵۰۸۔

اور ابن ابی الدنیا نے ان الفاظ کے ساتھ تخریج کی۔

"کتب لہ بعدد من مات من ولد آدم الی ان تقوم الساعۃ حسنات"

سنن ابوداؤد میں ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اقرؤا یٰس علی موتاکم"۔ اپنے مُردوں پر سورہ یٰسین پڑھو۔

مردوں پر سورہ یٰسین کی تلاوت قبل ادائے نمازِ جنازہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ عام ہے، چاہے نمازِ جنازہ سے پہلے ہو یا بعد میں، قبل دفن ہو یا بعد دفن۔ جیسا کہ خود مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من مر علی المقابر فقرأ قل ھو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی الاجر بعدد الاموات"

جو شخص قبرستان سے گذرے اور ۱۱ بار قل ھو اللہ احد پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخشے تو اس کو ان مُردوں کے برابر ثواب ملے۔

اگر مردوں پر سورۂ یٰسین یا سورۂ اخلاص کی تلاوت قبل ادائے نمازِ جنازہ ہی پر محمول ہو تو مقابر پر گزرنے والے کو کیوں سورۂ رحمٰن کی تلاوت کا حکم فرمایا گیا؟ سورۂ اخلاص کی تلاوت ہو یا سورۂ یٰسین جو کہ قلب قرآن ہے۔ سب کے پڑھنے کا حاصل و مقصود یہ ہے کہ اس کی برکت تلاوت سے مردوں کے درجات بلند ہوتے ہیں، اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں، جس طرح دعا کے ذریعہ درجات بلند ہوتے اور گناہ بخشے جاتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت کرنے والے کی دعا مقبول و مستجاب ہوتی ہے۔

حدیثِ پاک میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان لقارئ القرآن دعوۃ مستجابۃ فان شاء صاحبھا عجلھا فی الدنیا وان شاء اخرھا الی الآخرۃ"(۱)

قرآن شریف تلاوت کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے تو تلاوت کرنے والا اگر چاہے دنیا

۱۔ رواہ ابن مردویہ، (کنز العمال ۱/۱۲۹)۔

میں جلد لے لے اور اگر چاہے آخرت کے لیے مؤخر کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔ چاہے وہ موت کے وقت قبل دفن کرے یا بعد دفن۔ سورۂ فاتحہ پڑھے یا سورۂ اخلاص یا سورۂ یٰسین۔ سب سے مقصود رفع درجات اور گناہوں کی مغفرت ہے، مُردوں کو ان کا فائدہ ملتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم اپنے مُردوں کی طرف سے صدقہ و خیرات اور حج کرتے ہیں اور ان کے لیے دعاے خیر و برکت کرتے ہیں تو کیا انھیں اس کا ثواب ملتا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"انه لیصل ویفرحون به کما یفرح احدکم بالطبق اذا اهدی الیه رواه ابو حفص"(۱)

وہ انھیں ضرور پہنچتی ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے کسی کو پکا ہوا کھانا ہدیہ کیا جائے تو وہ خوش ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جس صدقہ و خیرات اور دعا کے بارے میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ ان سے مردوں کو فائدہ ملتا ہے یا نہیں؟ کیا یہ کسی قید کے ساتھ مقید و مشروط ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ عام ہے۔ چاہے جب وہ صدقہ و خیرات اور دعا کرے قبل دفن ہو یا بعد دفن۔ نمازِ جنازہ کے بعد ہو یا پہلے، اسے کسی قید کے ساتھ خاص کرنا اور نمازِ جنازہ کے ادا کرنے کے بعد ممنوع و مکروہ قرار دینا گویا دعا، کلماتِ خیر، اور تلاوت قرآن کی برکتوں سے میت کو محروم کرنا ہے۔ جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا اور آپ پر قبر درست کر دی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور صحابہ نے اللہ اکبر اللہ اکبر فرمایا۔ پھر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے پہلے تسبیح پھر تکبیر کیوں فرمائی؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"لقد تضایق علی هذا الرجل الصالح قبره حتی فرجه الله تعالیٰ عنه"

اس مردِ صالح پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اس تسبیح و تکبیر کی برکت سے اس کی قبر کشادہ فرما دی ہے۔

۱۔ عینی شرح ہدایہ ۲/ ۹۱۲، کشوری۔

اگر نمازِ جنازہ کی دعا ہی کافی ہے تو پھر نبی پاک ﷺ اور آپ کے صحابہ نے قبر درست فرمانے کے بعد ایسا کیوں فرمایا؟ یقیناً یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ دعا ہو یا کلماتِ خیر ان کے فوائد، ان کی برکتیں کسی وقت کے ساتھ مقید و مشروط نہیں۔ اسی لیے سرکار ﷺ جب جنت البقیع تشریف لے جاتے تو فرماتے:

"السلام علیکم دار قوم مومنین وأتاکم ما توعدون غدا الموجلون وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اللھم اغفر لاھل البقیع المرقد"(۱)

تم پر سلام ہو اے مسلمانوں کے گھر اور جس کا تم سے وعدہ کیا گیا کل تمہارے پاس وہ چیز آئے گی اور ان شاء اللہ ہم تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! بقیع المرقد والوں کے گناہ بخش دے۔

حاصل یہ کہ کتاب و سنت کے ان نصوص کے عموم و اطلاق سے یہ روشن ہے کہ مردوں کے لیے ایصالِ ثواب کرنا، ان کے لیے کلماتِ خیر کہنا، ان کے لیے تلاوت قرآن کرنا اور اس کے وسیلے سے دعا کرنا جائز و مستحسن ہے۔ چاہے وہ قبل دفن ہو یا بعد دفن، نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد ہو یا اس سے قبل۔ اس لیے کہ ان سب سے مقصود گناہوں کی مغفرت اور ترقی درجات اور نزولِ رحمت ہے۔ لہٰذا یہ امورِ خیر کسی وقت بھی انجام دیے جا سکتے ہیں۔

علاوہ ازیں اس پر مسلمانوں کا تعامل ہے اور تعامل خواص و عوام اہلِ اسلام اصل شرعی ہے۔ کتب فقہ میں صدہا جزئیات اس سے متفرع اور بہت سے دینی امور اسی پر مبنی ہیں۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (۲)

اور جو رسول ﷺ کے خلاف کرے بعد اس کے کہ اس پر حق راستہ کھل چکا اور

۱۔ رواہ مسلم، ص: ۳۱۳۔

۲۔ القرآن المجید، سورۃ النساء، آیت: ۱۱۵، پ: ۵۔

مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں میں رائج امور طریق مسلمین اور سبیلِ مومنین ہیں۔ رئیس المتکلمین حضرت علامہ مولانا نقی علی خاں فرماتے ہیں:

"اور بہت سارے علمائے دین اکثر معمولاتِ مسلمین کو بر بنائے تعامل جائز و مستحسن ٹھہراتے ہیں۔ اور ملا علی قاری اور محمد بن برہمتوشی وغیرہما بعض امور کو بعد اعتراف اس کے کہ بدعت ہے، بدلیل اس پر حضرت ابن مسعودﷺ (ما راٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن) کے مستحسن ٹھہراتے ہیں۔"(۱)

مزید فرماتے ہیں:

عرف و عادت اہلِ اسلام شرعاً معتبر ہے اور فقہائے کرام نے صدہا مسائل میں رواج و عادت سے استناد کیا اور اس کے مطابق حکم دیا ہے۔ موافقت قوم و دیار اور ان کی عزت و عادت کا التزام باعث الفت ہے کہ مراد شارع اور مطلوب شرع ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پر اس کا احسان جتاتا ہے:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ. (۲)-لیکن اللہ نے ان کے دل ملا دیئے۔

اور مخالفت مومنین بلا وجہ شرعی موجب وحشت جس کی نسبت وعید شدید فرماتا ہے:

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ. (۳) -اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی کی کتاب "عین العلم" سے ذکر کرتے ہوئے آپ مزید فرماتے ہیں:

بلکہ (امام غزالی) کتاب مستطاب "عین العلم" میں بطور قاعدہ کے کہتے ہیں:

"بالمساعدۃ فی مالم ینہ عنہ و صار معتادا فی عصرھم حسن وان کان

۱۔ اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد، ص: ۱۷۰۔

۲۔ القرآن المجید، سورۃ الانفال، آیت: ۶۳۔

۳۔ القرآن المجید، سورۃ النساء، آیت: ۱۵۵۔

بدعة.»(۱)

یعنی اہلِ عصر کی عادت میں (کہ شرع شریف سے ممنوع اور منہی عنہا نہیں) بدعت پر موافقت کر کے انھیں خوش کرنا مستحسن۔

جب ایصالِ ثواب اور بعد ادائے نمازِ جنازہ دعا وغیرہ پر عوام و خواص کا تعامل ہے تو اس میں ان کی موافقت باعث الفت ہے جو مراد شارع اور مطلوب شرع ہے اور بے وجہ شرعی مخالفت مومنین موجب وحشت بلکہ اہلِ زمانہ کی جو عادت شرعاً ممنوع و منہی عنہا نہ ہو وہ اگر چہ بدعت ہے، مگر اس میں ان کی موافقت کر کے انھیں خوش کرنا مستحسن ہے کہ حدیث پاک میں وارد ہے:

«خالقوا الناس بأخلاقهم.»(۲)

اور تعامل کے معتبر ہونے کے لیے جمیع بلاد میں متحقق ہونا شرط نہیں بلکہ ہر شہر کے لیے اس کا عرف غالب معتبر ہے۔

رئیس المتکلمین حضرت علامہ مولانا نقی علی خاں فرماتے ہیں:

"تعامل بلادِ کثیرہ کا گو جمیع بلاد میں نہ پایا جائے، معتبر ہے کہ فقہاے کرام نے جو مسائل تعامل عرف و عادت پر مبنی کیے ان امور کا ہزاروں بلاد میں نام و نشان نہیں ہے اور علم باتفاق کل وادراک حال جملہ بلاد قریب بہ محال تو اگر یہ امر اعتبار تعامل خواہ قول جماعت کے لیے شرط ہوتا (جیسا متکلم قنوجی نے خیال) تو علما بالضرورت اس حجت سے دست بردار ہو جاتے اور سوا ان امور کے کہ صدرِ اول میں مستمر ہے کسی معاملہ میں اس سے احتجاج نہ کرتے۔"

الاشباہ والنظائر میں تصریح ہے کہ:

عادت غالبہ معتبر ہے بلکہ ہر شہر کے لیے اس کا عرف غالب اعتبار کیا جاتا ہے۔

كما مر من "الهداية" في مسألة النقد.(۳)

۱۔ اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد، ص: ۲۲۸، ۲۲۹، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف۔
۲۔ المستدرک للحاکم۔
۳۔ اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد، ص: ۱۷۵، ۱۷۶۔

امام اہلِ سنت مجددِ دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے عرف کے تمام اقسام کا احاطہ کیا اور تفصیل وتحقیق کے ساتھ اس کا حکم واضح فرمایا اور عرف کی چار قسمیں فرمائیں: (۱) جو عہدِ رسالت میں مستمر ہو۔ (۲) جو ساری دنیا کے مسلمانوں کا ہو۔ (۳) جو تمام بلادِ عالم کے اکثر مسلمانوں کا ہو۔ (۴) جو کسی ملک یا صوبہ کے اکثر مسلمانوں کا ہو۔ اول کو حدیث تقریری کے درجہ میں رکھا۔ دوم کو عین اجماع نص آحاد سے اقوی اور قطعاً مظہر ناسخ قرار دیا اور سوم کے بارے میں فرمایا کہ اس کی حجیت پر نصوص صریحہ ناطق۔ چہارم قیاس پر راجح بتایا۔

حاصل یہ کہ جس امر پر عوام وخواص کا تعامل ہو جائے اگر چہ وہ جمیع بلاد میں نہ ہو وہ سبیل مومنین اور سنت مسلمین ہے جس کی موافقت مقصود شارع اور مطلوب شرع ہے اور اس کی مخالفت موجب وحشت ہے جس پر وعید شدید وارد ہے۔ بلکہ اہلِ عصر کی جو عادت شرعاً ممنوع ومنہی عنہا نہ ہو اس میں ان کی موافقت کر کے انھیں خوش کرنا مستحسن ہے جیسا کہ حدیثِ پاک سے گزرا اور ایصالِ ثواب اور نمازِ جنازہ کے بعد دعا کا یہی حال ہے کہ اس پر عوام وخواص کا تعامل ہے۔ اس لیے اثر سیدنا عبد اللہ ابن مسعود ﷜ ہے:

ما راٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن۔ (۱)

جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ عزوجل کے نزدیک اچھا ہے۔

اور حدیث پاک:

اتبعوا السواد الاعظم — سوادِ اعظم کی اتباع کرو۔

کے موافق نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔ اس موضوع پر ہمارے ائمہ وعلما نے اپنی گراں قدر تحقیقات فرمائی ہیں جو اپنے مقامات پر مذکور ہیں۔

اس گراں قدر موضوع کے متعلق کچھوچھہ مقدسہ کی جلیل الشان، رفیع المرتبت، بلند پایہ شخصیت سرکار محدث اعظم ہند قدس سرہ کی خدمت میں برہما (برما) سے ایک سوال پیش ہوا جس میں آپ سے اس کے بارے میں استفتا کیا گیا، آپ نے اس استفتا کا تحقیقی جواب ارقام فرمایا۔ کتاب وسنت اور ائمہ وعلما وفقہا کے روشن نصوص ونقول سے اسے مزین فرمایا اور

۱۔ مسند امام احمد ابن حنبل، ۱/ ۳۷۹، مستدرک حاکم، ۳/ ۷۸۔

مخالفین کے شبہات کا شافی ووافی جواب ارقام فرمایا موضوع سے متعلق تمام گوشوں کا احاطہ فرما کر مخالف کی ریشہ دوانیوں کا سدّ باب فرمایا۔ حضرت محدثِ اعظم ہند قدس سرہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ اللہ رب العزت نے آپ کو گونا گوں علمی و عملی کمالات سے نوازا تھا۔ آپ نے نہ صرف بیعت وارادت اور روشن خطابت کے ذریعہ دینِ متین کی روشن خدمات انجام دیں بلکہ آپ نے تحریر وتصنیف اور گراں قدر اہم علمی و تحقیقی فتاویٰ سے دینِ اسلام کی گراں قدر خدمت انجام دی اور تشنگانِ علم وفن کی علمی تشنگی دور فرمائی، ان کے قلوب واذہان کو روشن ومجلیٰ فرمایا اور دشمنانِ دیں اور اعدائے اسلام کی ناپاک آرزوؤں کو خاک ملا کر رکھ دیا۔ آپ نے قرآنِ کریم کا ایمان افروز اور باطل سوز ترجمہ فرما کر نہ صرف ایمان وایقان کو جلا بخشی اور چمنِ اسلام کو لالہ زار بنایا۔ بلکہ ایوانِ باطل میں زلزلہ برپا کر دیا۔ دینِ اسلام کی یہ روشن خدمت جہانِ اسلام میں آفتاب نصف النہار کی طرح آج بھی روشن وفروزاں ہے۔

آپ کے اس گراں قدر اہم علمی و تحقیقی کتاب کی افادیت ومعنویت کے پیشِ نظر جناب مولانا بشارت علی صدیقی سلمہ، مقیم حال جدہ نے اس کی اشاعت کی ضرورت محسوس کی۔ موصوف گونا گوں خوبیوں کے حامل ہیں، آپ نے دین وملت کی خدمت انجام دینے کے لیے ایک اکیڈمی بنام اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن قائم کی ہے جس سے اہم وضروری کتابوں کی اشاعت کرتے رہتے ہیں، اسی سلسلۃ الذہب کی ایک حسین کڑی حضرت محدث اعظم قدس سرہ کے اس گراں قدر فتویٰ کو منصہ شہود پر لانے کا عزم بالجزم ہے۔

آپ نے اس اہم علمی و تحقیقی خدمت کو انجام دینے کے لیے جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے ایک اہم فاضل جناب مولانا محمد طفیل احمد مصباحی سلمہ، نائب مدیر ماہ نامہ اشرفیہ کے سپرد کیا، مولانا موصوف اگرچہ ایک جواں سال مصباحی فاضل ہیں۔ مگر قلم میں پختگی رکھتے ہیں۔ علم وادراک کی بلندی رکھتے ہیں۔ انھوں نے جامعہ اشرفیہ میں تحصیلِ علم کے دوران امام اہلِ سنت مجددِ دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے تلمیذ وخلیفۂ جلیل حضرت ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری کی مایۂ ناز تصنیف "صحیح البھاری" کے عربی مقدمے کا سلیس اردو میں ترجمہ فرمایا اور خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی کی کتاب "ابناء الاذکیا فی حیاۃ الانبیاء" کا گراں قدر اردو میں ترجمہ کیا۔ عزیزم طفیل احمد مصباحی

سلمہ کی ایک اہم علمی وتحقیقی کتاب "موبائل فون کے ضروری مسائل" عوام وخواص میں بڑی مقبول ہوئی۔ "قربانی: صرف تین دن" اور "ملا احمد جیون امیٹھوی: حیات وخدمات" ان کی بڑی اہم کتابیں ہیں۔

عزیزم سلّمہٗ ماہ نامہ اشرفیہ اور دیگر ماہ ناموں کے علاوہ علمی سیمیناروں کو اپنے گراں قدر تحقیقی مقالات سے نوازتے رہتے ہیں۔ بڑی اچھی صلاحیت کے مالک ہیں۔

موصوف اپنی ان گراں قدر خدمات، قلمی پختگی، علم و ادراک وشعور و آگہی کی بلندی، جہد مسلسل اور سعی پیہم کے سبب اس لائق تھے کہ حضرت محدثِ اعظم قدس سرہ کے اس محققانہ رسالے کی تحقیق وتخریج کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دے سکیں۔ حضرت مولانا بشارت علی صاحب نے اس اہم علمی کام کے لیے ان کا حسن انتخاب فرمایا۔

مولا عزوجل اپنے حبیب پاک سید عالم ﷺ کے صدقہ وطفیل ان دونوں حضرات کی اس روشن خدمت کو قبول فرمائے۔ مزید خدماتِ جلیلہ کی توفیق رفیق بخشے، ان کے دست و بازو میں قوت عطا فرمائے، دارین میں اس کی بہتر جزا عطا فرمائے اور حضرت محدث اعظم قدس سرہ کے روحانی فیوض و برکات سے نہ صرف ان حضرات بلکہ اس بے بضاعت اور ساری امت مسلمہ کو مستفیض فرمائے۔ آپ کے اس محققانہ فتویٰ کے افادہ کو عام و تام فرمائے، اس کے علمی فیضان سے لوگوں کو مالا مال فرمائے اور آفتاب روشِ روشن سے زیادہ حق کو واضح فرمائے!

آمین، آمین، آمین یا رب العالمین بجاہ سید الاولین والآخرین شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین علیہ وعلیٰ آلہ أفضل الصلاۃ وأکمل التسلیم الی یوم الدین!

محمد ناظم علی رضوی مصباحی

خادم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

۲۴؍فروری ۲۰۱۷ء

بروز جمعہ مبارکہ

❁❁❁

گزارش احوال واقعی (۱)

برادران اہل سنت!! آج کل برہما میں میں ایسے لوگ ہیں جو بدل ہر طرح سے خیرات ومبرّات کو پیٹنا چاہتے ہیں۔ اور کسی امر خیر کو باقی رکھنا پسند نہیں کرتے خیال کرو کہ دعا بعد نماز جنازہ جس سے موافق مذہب اہل سنت مسلمان مردہ کو نفع پہنچانا ہے اس کے بھی سخت مخالف ہیں اور فرقہ معتزلہ جو ایک گمراہ فرقہ ہے اس کے اقوال کو دلیل میں پیش کرتے ہیں پھر سمجھانے پر گالیاں دیتے ہیں جس کا جواب دینا ہم مسلمانوں کی شان کے خلاف ہے۔ ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ گالیاں دیتے وقت یہ خیال کریں کہ کیسے کیسے علماو صلحا پر پڑتی ہیں متقدمین تو بہتیرے ہیں متاخرین میں ہمارے برہما کے مشہور و فاضل بزرگ استاذی وملاذی جناب مولانا مولوی عبدالحی صاحب سورتی خطیب جامع مولیین رنگون جن کی نظیر آنکھوں نے برہما میں نہیں دیکھی وہ خود اس دعا کو فرماتے تھے۔ افسوس اور ہزار افسوس ان لوگوں پر ہے جو باوجود شرف شاگردی مولانا مرحوم کے حضرت موحوم کے اس فعل کو بدعت قبیحہ اور فاعل کو بدعتی کہنے والوں کی جان ومال سے اعانت کرتے ہیں۔

متعصبین کا یہ حال ہے کہ اگر بدقسمتی سے کسی نے نماز جنازہ پڑھانے کو ان سے کہا تو التزاما ضروری سمجھتے ہیں کہ اول سے وعدہ کرالیں کہ دعا بعد نماز جنازہ کوئی نہ کرے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مباح کام کے کرنے کا التزام تو بدعت ٹھہرے اور نہ کرنے کا التزام کیوں نہ بدعت ہو۔ التزام عیب ہے تو ہر جگہ عیب ہے غرض اہل شر کی شرارتوں کو دیکھ کر محبی جناب ابراہیم ہاشم صاحب نے حضرات اجلہ علمائے کرام اہل سنت دامت برکاتہم سے استفتا کیا اور ایک مفصل استفتا جس میں موافقین ومخالفین کے جملہ دلائل لکھے آستانہ عالیہ حضرت کچھ چھہ مقدسہ ضلع فیض آباد روانہ کیا ہر مقام سے جواب آیا جس کو دیکھ کر حق روشن ہو گیا

۱۔ یہ طبع اول کے احوال واقعی ہیں۔

مخالفین نے جن دلائل کے بھروسہ پر مخالفت کی تھی ان سب کو حضرت عالم اہل سنت مولانا ابو الحامد سید محمد صاحب اشرفی جیلانی دامت برکاتہم نے مکڑی کے جالے سے زیادہ کمزور ثابت کر دکھایا ہے کہ مخالف سے مخالف کو گنجائش مخالفت نہ رہی بشرطیکہ انصاف اور انسانیت سے کام لے۔ متعصبین بکتے تھے کہ جواز دعا بعد نماز جنازہ کی ایک ٹوٹی پھوٹی روایت نہیں ہے۔ اب آنکھ کھول کر دیکھیں کہ قرآن پاک، احادیث صحیحہ، اقوال فقہا، کلمات علما ہر جگہ جواز و استحباب کے ہیں۔ کہیں کسی معتبر کتاب میں اس کی ممانعت نہیں ہے۔

یہ تو امید نہیں کہ مخالفین کی ہدایت ہو ہاں مسلمانوں کو نفع ہوگا۔ اور معلوم کریں گے کہ مخالفین کی گالیاں انھیں پر الٹی پڑتی ہیں۔ ناظرین کرام سے امید ہے کہ جب نفع دینی حاصل ہو تو مصنف و محرک و مستفتی و دیگر معاونین کار طبع کو دعائے خیر سے نہ بھولیں گے۔

اس موقع پر اس امر کا ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ دعا بعد نماز جنازہ کا استحباب ہو یا کوئی امر خیر مثلاً عیدگاہ میں تکبیر بالجہر وغیر وغیرہ ہو ان تمام حسنات کے مخالفین اور خیرات کے منع کرنے والے قسمت سے ایک بیک سنّی المذہب نہیں بلکہ حضرات علمائے حرمین محرمین نے ان کے عقائد کے باعث اس جماعت کی تکفیر فرمائی ہے۔ ان کی حقیقت اس سے ظاہر ہے کہ بعض غیر مقلدوں کو اپنا امام و پیشوا جانیں ان کی سنیت اس سے ظاہر کہ وہابیہ دیوبندیہ اور ابن عبدالوہاب نجدی کے ثنا خواں کو اپنا مقتدا سمجھیں۔ جب آپ کو ان کی حقیقت معلوم ہو گئی تو ظاہر ہو گیا کہ ان کی مخالفت سے مسئلہ کو مختلف فیہ کہنا بھی جائز نہیں۔ اب ہم ان مخالفین سے صاف صاف کہتے ہیں کہ جب عقائد میں آپ ہم اہل سنت کے خلاف ہیں تو مسائل فرعیہ اہل اسلام میں آپ کے بیجا دخل در معقولات کے کیا معنی ہیں؟ اب اگر لکھنے کی ہوس ہو اور رد بیجا کا شوق ہو تو موافق الاہم فالاہم پہلے ان دونوں سوالوں کا جواب دو اور اپنے عقائد کا تصفیہ کرا لو۔ انشاءاللہ تعالیٰ جہاں عقائد حقہ کے برکات سے تم فیضیاب ہوگے، وہیں سارے مسائل کی حقانیت تم پر خود روشن ہو جائے گی۔

سوال: (ا)۔ مولوی اسماعیل دہلوی مصنف تقویت الایمان وصراط (نا) مستقیم وایضاح (مخالفۃ) الحق و یکروزی (برعکس نہدرانخ) تنویر العینین کو تم کیسا سمجھتے ہو؟ جو لوگ ان کو بزرگ مقدس ولی شہید بلکہ قطعی جنتی کہتے ہیں جیسے مولوی رشید احمد گنگوہی و جمیع وہابیہ و

دیوبندیہ وہ ٹھیک ہے یا جو لوگ ان کو گمراہ بدمذہب کہتے اور کئی وجھوں سے ان پر کفر لازم کرتے ہیں صحیح کہتے ہیں وہ جیسے علمائے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً وجمیع علمائے اہل سنت دامت برکاتہم۔

سوال:(۲)—عقائد دیوبندیہ جو تحذیر الناس مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اور براہین قاطعہ مولوی رشید احمد گنگوہی پیر مولویان مدرسۂ دیوبند اور حفظ الایمان مولوی اشرف علی تھانوی جان جانان مدرسۂ دیوبند سے ظاہر ہیں تم ان عقائد کو تسلیم کرتے ہو یا نہیں؟ نہیں تو خیر ورنہ اپنا ایمان پہلے ثابت کرو اس کے بعد مسئلہ فرعیہ میں ہاتھ لگاؤ۔

وما علینا الّا البلاغ!

فقط خیر خواہ قوم:

محمد واحد

خطیب مسجد قبرستان مولیین نئی بستی

۱۸ ربیع الاول شریف

روز جاں افروز دوشنبہ مبارکہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتا

ما قولکم رحمکم اللہ- بعد سلام بعد نماز جنازہ سب مصلیوں کا سِرًّا ایک بار فاتحہ و تین بار سورہ اخلاص میت کے ایصال ثواب کے لیے پڑھنا اور امام جنازہ کا جہرًا: اللھم اجعل ثواب ھٰذا روحہ، ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اچھا ہے یا نہیں، سنت ہے یا مستحب یا کیا ہے؟

بینوا توجروا۔

المستفتی: ابراہیم ہاشم، پواز مولیین لور، برہما۔

الجواب:

اللّٰھم ھدایۃ الحقّ والصّواب۔

ایصال ثواب کی نہ کوئی حد مقرر ہے نہ وقت معیّن ہے۔ ہر وقت بدنی ہو یا مالی ایصال ثواب کا جواز یقینی ہے۔ ہرگز شرع مطہر سے اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہوسکتا۔ قائلانِ جواز کے لیے اسی قدر کافی ہے۔ جو مدّعی ممانعت ہو دلائل شرعیہ سے اس کی اصل شرع مطہر سے نکال سکتا ہے جنہیں بقانون مناظرہ اسانید سوال تصور کیجیے۔

فاقول: وباللہ التوفیق وبہ الوصل الیٰ ذری التحقیق۔

دلیل اول:

یہ ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا اور سوال نکیرین ہوتا ہے تو شیطان رجیم (حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم کے صدقے ہر مسلمان مرد و زن کو حیات و ممات میں اس کے شر سے محفوظ رکھے) وہاں بھی خلل انداز ہوتا اور جواب میں بہکاتا ہے، والعیاذ بوجہ العزیز الکریم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

امام ترمذی محمد بن علی نوادر الاصول میں امام اجلّ سفیان ثوری سے روایت

کرتے ہیں:

ان المیت اذا سئل من ربك تراءیٰ له الشیطان فلیشیر الی نفسه انی انا ربك فلهذا ورد سوال التثبت له حین یسئل۔(۱)

یعنی جب مردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ [تو اس وقت] شیطان اس پر ظاہر ہوتا اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ اس لیے حکم آیا کہ میت کے لیے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔ امام حکیم ترمذی فرماتے ہیں:

ویؤیده من الاخبار قول النبی ﷺ عند دفن المیت اللهم اجره من الشیطان فلو لم یکن للشیطان هناك سبیل ما دعا ﷺ بذلك۔(۲)

یعنی وہ حدیثیں اس کی مؤید ہیں جن میں وارد کہ حضور اقدس ﷺ میت کو دفن کرتے وقت دعا فرماتے کہ: الٰہی اسے شیطان سے بچا۔ اگر وہاں شیطان کا کچھ دخل نہ ہوتا تو حضور اقدس ﷺ یہ دعا کیوں فرماتے؟ اور صحیح حدیثوں سے ثابت اور سارے مسلمانوں کا ایمان کہ قرأت قرآن دافع شیطان اور جب اذان کے متعلق ارشاد ہے کہ:

اذا اذن الموذن ادبر الشیطان وله حصاص۔(۳)

جب موذن اذان کہتا ہے شیطان پیٹھ پھیر کر گوز زناں [ہوا خارج کرتا ہوا] بھاگتا ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے واضح کہ [کلماتِ اذان سن کر شیطان] چھتیس میل تک بھاگ جاتا ہے۔(۴)

اور خود حدیث میں حکم آیا جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان کہو کہ وہ دفع ہو جائے گا۔

اخرجه الامام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی فی اوسط معاجیمه عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ۔(۵)

۱۔ نوادر الاصول، ۲/ ۳۶۳، دار الریان للتراث، بیروت۔

۲۔ نوادر الاصول، ۲/ ۳۶۴، دار الریان للتراث، بیروت۔

۳۔ بخاری شریف، کتاب الاذان، حدیث: ۱،۶۰۸/ ۲۲۲ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

۴۔ مسلم شریف، کتاب الصلوٰۃ، حدیث: ۳۸۸، ص: ۲۰۴ دار المغنی، عرب۔

۵۔ المعجم الأوسط للطبرانی، ص: ۱۲۵، دار الکتاب العربی، بیروت۔

تو پھر قرأت قرآن کا کیا کہنا جس کی مدح خود قرآن پاک و حدیث صاحب لولاک کرے۔ چونکہ یہ امر مسلّم ہر مسلم ہے، محتاجِ بیان نہیں ورنہ فضیلت قرأت قرآن پاک کے دلائل بینہ یہی بیان کیے جاتے تو الحمد للہ کہ اس سورۂ فاتحہ و اخلاص کی تلاوت قرآن و حدیث سے مستنبط بلکہ ارشاد شارع کے مطابق اور مسلمان بھائی کی عمدہ امداد و اعانت ہے جس کی خوبیوں سے قرآن و حدیث مالا مال ہیں۔

دلیل دوم:

یہ ثابت ہو چکا کہ مُردے کے لیے قبر میں جانا پھر سوال نکیرین کے جواب میں اغواء شیطان بہت سخت وقت ہے اور احادیث صحیحہ کثیرہ سے کالشمس معلوم کہ حضور اقدس ﷺ نے دعائے میت فرمائی اور حکم اس کا فرمایا۔

امام محمد علی حکیم ترمذی قدس سرہ الشریف دعائے میت بعد نماز جنازہ کی حکمت [بیان] فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ بجماعت مسلمین ایک لشکر تھا کہ آستانۂ شاہی پر میت کی شفاعت و عذر خواہی کے لیے حاضر ہوا اور اب بعد نماز دعا یہ اس لشکر کی مدد ہے کہ یہ وقت میت کی مشغولی کا ہے کہ اسے اس نئی جگہ کا ہول اور نکیرین کا سوال پیش آنے والا ہے۔

نقلہ المولی جلال الملۃ والدین السیوطی رحمہ اللہ تعالی فی شرح الصدور۔(۱)

اور میں گمان نہیں کرتا کہ یہاں استحباب دعا کا عالَم میں کوئی عالِم منکر ہوا۔ امام آجری نے دعائے میت کو مستحب فرمایا۔ اسی طرح اذکار امام نووی و جوہرہ نیرہ و در مختار و فتاویٰ عالمگیری وغیرہا، اسفار [کتب و رسائل] میں ہے۔(۲)

طرفہ یہ کہ امام ثانی منکرین یعنی مولوی اسحاق صاحب دہلوی نے مائۃ مسائل میں فتح القدیر و بحر الرائق و نہر الفائق و فتاویٰ عالمگیری سے نقل کیا کہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا

۱۔(الف:) نوادر الأصول، ۲/ ۳۶۲، دار الریان للتراث، بیروت؛ شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور، عربی، ص: ۱۰۶، دار المدنی، جدہ۔

۲۔(الف:) شرح الصدور عربی، ص: ۱۰۶، دار المدنی، جدہ؛ الاذکار للنووی؛ در مختار مع رد المحتار، ۳/ ۱۵۰، دار الکتب العلمیۃ، بیروت؛ فتاویٰ عالم گیری، ۵/ ۳۵۰، زکریا بک ڈپو، دیوبند۔

سنت سے ثابت ہے۔[1]

اور یہ محقق ہے کہ ہر دعا ذکر ا اور ہر ذکر دعا ہے۔

مولانا (مُلّا) علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

کل دعاء ذکر و کل ذکر دعا۔[2]

ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دعا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افضل الدعاء الحمد للہ۔

یعنی سب دعاؤں سے افضل دعا الحمد للہ ہے۔

اخرجہ الترمذی وحسنہ والنسائی و ابن ماجۃ وابن حبان و الحاکم و صححہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔[3]

اس حدیث شریف میں اگر الحمد للہ سے مراد سورہ سورۂ فاتحہ بقاعدۂ تسمیۃ الکل باسم الجزء ہے تو مقصود حاصل کہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دعا کرنا سنت ہے اور اگر مراد حرف حمد باری تعالیٰ ہے تو اور آیات کی زیادت معاذ اللہ کچھ مضر نہ اس امر مسنون کے منافی بلکہ زیادہ مفید و مؤید مقصود ہے کہ رحمت الٰہی اتارنے کے لئے ذکر خدا کرتا تھا۔ دیکھو یہ بعینہ وہ مسلک نفیس ہے جو در بارہ تلبیہ اجلۂ صحابۂ عظام مثل حضرت امیر المؤمنین عمر و حضرت عبد اللہ بن عمر و حضرت عبد اللہ بن مسعود و حضرت امام حسن مجتبیٰ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ملحوظ ہوا اور ہمارے ائمہ کرام نے اختیار فرمایا:

ہدایہ میں ہے:

لا ینبغی ان یخل بشیء من ھذہ الکلمات لانہ المنقول فلا ینقص

---

[1]۔ امداد السائل ترجمہ ماۃ مسائل، ص: ۲۴۔

[2]۔ مرقات شرح مشکاۃ ۳۴۶/۲۵۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

[3]۔ (الف:) ترمذی شریف، کتاب الدعوات، ص: ۳۵۰، بیروت؛ (ب:) سنن نسائی، کتاب الدعاء، ص: ۲۵۳، بیروت؛ (ج:) سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، حدیث: ۳۸۰۰، ۲/۱۲۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت؛ (د:) المستدرک للحاکم، حدیث: ۱۸۹۵، جلد: ۲، ص: ۱۷۹، دار المعرفۃ، بیروت۔

عنه ولو زاد فیھا جاز لان المقصود الثناء و اظهار العبودیة فلا یمنع من الزیادة علیه. ملخصاً۔(۱)

ان کلمات میں کمی نہ چاہیے کے یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے تو ان سے گھٹائے نہیں اور بڑھائے تو جائز ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اپنی بندگی کا ظاہر کرنا ہے، تو اور کلمے زیادہ کرنے سے ممانعت نہیں اور یہ ظاہر [ہے] کہ یہ مقصود یوں تو سارے قرآن پاک سے اور بالخصوص سورۂ فاتحہ وسورۂ اخلاص سے ایسا حاصل کہ اوراد عیہ میں ناممکن الحصول۔ کیونکہ ان میں حمد باری تعالیٰ ہے اور اس عجز کی ہم کو تعلیم حق سبحانہ وتعالیٰ نے خود فرمایا ہے جس کی تفسیر ہمیشہ ہو اور معانی ونکات ختم نہ ہوں، تو بحمد للہ یہ ثابت ہو گیا کہ صورت مسئولہ عین صورتِ مسنونہ کی ایک فرد ہے۔

دلیل سوم:

یہ ثابت ہو چکا کہ مردہ محتاجِ رحمت واعانت ہوتا ہے اور اس کے بھائی مسلمان اس کی اعانت کلمات دعائیہ سے کر سکتے ہیں۔ کما مر [جیسا کہ ماقبل میں گزرا]، امام محمود بدرالدین عینی شرح صحیح بخاری میں زیر باب موعظة المحدث عند القبر فرماتے ہیں:

مصلحة المیت ان یجتمعوا عندہ لقراءة القرآن والذکر فان المیت ینتفع به۔(۲)

میت کے لیے مصلحت ہے کہ مسلمان اس کے پاس جمع ہو کر قرآن پڑھیں ذکر کریں کہ میت کو اس سے نفع ہوتا ہے۔

مولانا علی قاری رحمہ اللہ الباری شرح عین العلم میں قرأتِ قرآن وغیرہ کی وصیت فرما کر لکھتے ہیں: فان الاذکار کلها نافعة له تلك الدار۔(۳)

کہ ذکر جس قدر ہیں سب میت کو قبر میں نفع بخشتے ہیں اور حدیث صحیح میں وارد کہ جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی اعانت میں ہے، اللہ تعالیٰ اس کی اعانت فرماتا ہے۔

۱۔ ہدایہ آخرین، ص: ۲۱۵۔
۲۔ عمدۃ القاری شرح البخاری: ۷/ ۲۵۸، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔
۳۔ شرح عین العلم۔

فالعجب ثم العجب کہ حضرات مانعین نے میت واحیاء کو ان فوائد جلیلہ سے محروم رکھنے میں کیا نفع سمجھا ہے۔ ہمیں تو [محمد] مصطفیٰ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔(۱)

تم میں سے جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو کوئی نفع پہنچائے تو لازم و مناسب ہے کہ پہنچائے۔ رواہ احمد و مسلم عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔

پھر خدا جانے اس اجازت کلی کے بعد جب تک خاص جزئیہ کی شرع میں نہی نہ ہو ممانعت کہاں سے کی جاتی ہے؟ واللہ الموفق. صورت مسئولہ میں باجازت سکوتی جمیع مسلمین ایک شخص یا سب کا- اللھم اجعل ثواب ھذا الیٰ روحہ کہنا جو کہ دعا ہے بعد تلاوت سورۂ فاتحہ و اخلاص شریف عین مقصود سنت ہے۔

امام شمس الدین محمد بن الجزری کی حصن حصین شریف میں ہے:

منھا (أی من آداب الدعاء) تقدیم عمل صالح و ذکرہ عند الشدۃ۔(۲)

علامہ علی قاری حرز ثمین میں فرماتے ہیں: یہ ادب حدیث ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان نے روایت کی، ثابت کی اور شک نہیں کہ قراءت قرآن بہترین اعمال صالحہ سے ہے۔(۳)

صورت مسئولہ عین فرد سنت ہوئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم والتفصیل فی الفتاوی الرضویہ لمجدد المائۃ الحاضرۃ دامت برکاتھم العلیہ۔

رقمہ:

احقر عباد صمد ابوالحامد سید محمد اشرفی جیلانی

خادم حدیث شریف، جامعہ اشرفیہ

آستانہ عالیہ حضرۃ کچھوچھہ، ضلع فیض آباد [یوپی]

۱۔ مسلم شریف، کتاب الطب، حدیث: ۵۶۲۴، دار الفکر، بیروت۔

۲۔ حصن حصین، ص: ۲۴، المکتبۃ العصریہ، بیروت۔

۳۔ المعجم الأوسط للطبرانی، ص: ۱۲۵، دار الکتاب العربی، بیروت۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتا

ہمارے ملک برہما میں ہمیشہ سے یہ چلا آتا ہے کہ جب کوئی مسلمان مرتا ہے تو اس کے جنازہ کی نماز کے بعد نماز کی صف توڑ کر جنازے کے گرداگرد ہو کر اکثر مسلمان بھائی جو وہاں بغرض تدفین میت آتے ہیں، دعائے مغفرت کر لیتے ہیں اس طرح پر کہ ایک شخص جو آداب دعا سے واقف ہے، دعا کرتا ہے اور سب لوگ آمین کہتے رہتے ہیں۔ اس دعا میں زیادہ سے زیادہ دو یا تین منٹ صرف ہوتے ہیں اور دعا کرنے سے پیشتر تلاوت سورۂ قرآنیہ ہر شخص کر لیتا ہے جس میں ایک منٹ صرف ہوتا ہے۔ چند دنوں سے ہمارے ملک میں بعض ایسے مولوی کہلانے والے لوگ آ گئے ہیں جو اس کو بدعت قبیحہ بتا کر اس کام سے لوگوں کو منع کرتے ہیں اور اس کی ممانعت شرعیہ کا ثبوت دیتے ہیں۔ اس مضمون کی تحریریں چھپواتے ہیں چونکہ یہ منع کرنا اور اس پر جو دلیلیں پیش کی گئی ہیں، وہ ایسی ہیں جن کو نہ ہم نے کبھی سنیں نہ ہمارے آباؤ اجداد نے! نیز ہمارے ملک کے بڑے بڑے جلیل القدر علمائے کرام ہمیشہ دعائے مذکور کی تائید فرماتے رہے اور کسی نے اس کو ممنوع نہ فرمایا۔ اس لیے ضرورت پڑی کہ مسئلہ کی تحقیق کی جائے۔ چنانچہ بعضوں نے دلائل جواز کی تلاش شروع کی اور منع کرنے والوں سے کہا کہ تمہارا جدید دعویٰ کہ امر خیر مذکور منع ہے اس کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں جس کے جواب میں انھوں نے اپنی دلیلیں بیان کیں ہیں جو طبع کرادی ہیں۔ اور مدعا علیہم یعنی مجوزین کہتے ہیں کہ ان دلائل سے مدعا ثابت نہیں ہو سکتا نیز جواز کی تائید یں پیش کرتے ہیں۔ اب ہم مدعیان بدعت اور پھر ان کے خلاف کرنے والوں کی گفتگو لکھتے ہیں اور باادب گذارش کرتے ہیں کہ مہربانی فرما کر نہایت واضح طریقہ سے یہ بتا دیا جائے کہ کس کی بات حق ہے؟ ہم لوگ حق امر کو تسلیم کرنے کے لیے دل وجان سے مستعد [تیار] ہیں۔

دلائل مدعیانِ بدعت یعنی قائلینِ ممانعت دعاء

بزازیہ میں ہے:

لایقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ دعا مرۃ لان اکثرھا دعاء۔(۱)

نماز جنازہ کے بعد کھڑا رہ کر دعا نہ کرے اس لیے کہ ایک مرتبہ دعا کر چکا کیونکہ نماز جنازہ کا اکثر حصہ دعا ہے۔

سراجیہ میں ہے: اذا فرغ من الصلوٰۃ لایقوم داعیاً لہٗ۔(۲)

جب نماز جنازہ سے فارغ ہو تو دعا کرتا ہوا کھڑا نہ رہے۔

بحر الرائق میں ہے:

قید بقولہ بعد الثالثہ لانہ لایدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصۃ وعن الفضلی لاباس بہ۔(۳)

یعنی مصنف نے دعا کو تیسری تکبیر کے بعد کے ساتھ مقید کر دیا کیونکہ سلام کے بعد دعا نہ کرے جیسا خلاصہ میں ہے اور محمد بن فضل سے مروی ہے کہ [اس میں کوئی] مضائقہ نہیں۔

نفع المفتی والسائل [میں ہے]:

ای صلاۃ یکرہ الدعاء بعدھا اقول: ھی صلاۃ الجنازۃ علی روایۃ قال الزاھدی فی القنیۃ: عن ابی بکر بن حامد الدعاء بعد الجنازۃ مکروہ انتھی ثم قال وقال محمد بن الفضل لاباس بہ ونقل عن المحیط لایقوم الرجل للدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ انتھی۔(۴)

یعنی [وہ] کون سی نماز ہے جس کے بعد دعا مکروہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ نماز جنازہ ہے۔ ایک روایت کی بنا پر، کہا: زاہدی نے قنیہ میں [وہ] روایت کرتا ہے ابوبکر بن حامد سے کہ دعا بعد جنازہ کے مکروہ ہے۔ پھر کہا کہ محمد بن الفضل نے کہا کہ دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں اور محیط سے منقول ہے کہ نماز جنازہ کے بعد کھڑا رہ کر دعا نہ کرے اور اسی مضمون کو

۱۔ فتاویٰ بزازیہ، کتاب الصلاۃ، ۱/ ۵۳، زکریا بک ڈپو، سہارن پور۔
۲۔ فتاویٰ سراجیہ، ص: ۳۵۸، مطبوعہ، پاکستان۔
۳۔ بحر الرائق، ۲/ ۳۲۵، کتاب الجنائز، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔
۴۔ نفع المفتی والسائل، ص: ۱۴۱، مطبع یوسفی، لکھنؤ۔

برجندی شرح مختصر وقایہ میں لکھا ہے۔

مرقاۃ میں ہے:

لایدعو المیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ

انتھی۔(۱)

یعنی نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا نہ کرو کیونکہ یہ دعا نماز جنازہ میں زیادتی کرنے کا شبہ پیدا کردے گی۔

جامع الرموز میں ہے: لا یقوم داعیاً لہٗ۔

یعنی نماز کے بعد کھڑا رہ کر دعا نہ کرے۔

زاد الآخرۃ کے ص: ۱۵۲ میں ہے: وبعد فراغ از نماز برائے خواندن دعا نایستد۔

اور کسی معتبر کتاب میں یوں نہیں لکھا کہ نماز جنازہ کے سلام کے بعد دعا کرنا چاہیے یا فلاں دعا مستحب ہے۔ فقط۔

بیان مدعا علیہم یعنی منکرین ممنوعیتِ دعاء

ہم نہیں تسلیم کرتے کہ دلائل مذکورہ سے دعا بعد نماز جنازہ اس طریقہ سے جیسا کہ برہما میں ہوتی ہے ممنوع ثابت ہوتی ہے۔ ہمارے نزدیک عبارات فقیہ کا ترجمہ صحیح صحیح نہیں کیا گیا ہے۔ ہمارا یہ انکار محض بے بنیاد نہیں بلکہ اس کی تائیدیں موجود ہیں؛ [اور] وہ یہ ہیں:

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جز خامس، مصری، ص: ۵۴۸ میں ہے:

وفی روایۃ لھما عنہ وانہ وضع عمر علی سریرہ فتکنفہ الناس یدعون ویثنون ویصلون علیہ قبل ان یرفع وانا فیھم فلم یرعنی الارجل قد اخذ بمنکبی من ورائی فالتفت فاذا ھو علی بن ابی طالب فترحم علی عمر وقال ما خلفت احدا احب الی ان القی اللہ بمثل عملہ منک وایم اللہ ان کنت اسمع رسول اللہ ﷺ یقول جئت انا وابوبکر وعمر دخلت انا وابوبکر وعمر خرجت انا وابو بکر وعمر وانی کنت لارجوان یجعلک اللہ منھما۔(۲)

۱۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ۴/ ۱۵۸، بیروت۔

۲۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ ج: ۵، ص: ۵۴۸، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

یہی حدیث باختلاف لفظ قسطلانی، جزء سادس، مطبع مصری، صفحہ ۹۸ میں بھی ہے۔(۱)

خلاصہ یہ ہے کہ جب سیدنا عمر فاروق ﷺ کا جنازہ تیار ہوا تو لوگ گرداگرد (اردگرد) جمع ہوگئے اور دعا کرنے لگے قبل اس کے کہ جنازہ اٹھایا جائے، اتنے میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے سیدنا عمر فاروق ﷺ کے محامد واوصاف بآواز بلند بیان کرنا شروع کر دیا۔

بقیۃ الحاجۃ، مجموعہ خانی، مطبع لاہور، جلد اول، ص:۱۱۱ میں ہے:

وبعد از تکبیر چہارم سلام ہر دو جانب بگوید دعا بخواند وفتوی بریں قول است۔

یعنی نماز جنازہ کے چوتھی تکبیر کے بعد دونوں طرف سلام کرے اور دعا کرے میت کے لیے، اسی پر فتوی ہے۔

شرح برزخ میں ہے:

تصدق وخواندن قرآن پر میت ودعا در حق او قبل برداشتن جنازہ وپیش از دفن سبب نجات از احوال آخرت وعذاب قبر است۔

یعنی صدقہ دینا اور قرآن پڑھنا میت پر اور اس کے لیے دعا کرنا جنازہ اٹھانے سے پہلے اور دفن سے پہلے احوال آخرت وعذاب قبر سے نجات کا سبب ہے۔فقط عاجز ابراہیم ہاشم پو غفرلہ، مولمین، برہما۔

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ المستعان الذی قال اجیب دعوۃ الداع اذا دعان و افضل الصلوۃ واکمل التحیات علی ملاذ الاحیاء و معاذ الاموات فی کل آن و محض البرکات وخالص العنایات فی الحیات و بعد الممات وفی کل زمان وعلی آلہ وصحبہ کریمی الصفات بکل حی ومیت من اھل الایمان۔

اما بعد

اس سے پہلے مولمین ہی سے ایک استفتاء دعا بعد نماز جنازہ کے متعلق آیا تھا، جس کا

۱۔ المواہب اللدنیہ، ج:۲، ص:۹۸، برکات رضا، پوربندر۔

جواب تحقیق حدیثی پر مشتمل روانہ کیا گیا ہے، اب دوسرا استفتاء آیا جو طالب تحقیق فقہی ہے۔ قبل اس کے مخالفین وموافقین کے دلائل کے متعلق کچھ عرض کیا جائے، ایک تمہید کی ضرورت ہے جس سے قول فیصل سمجھنے میں آسانی ہو۔

تمہید

تمام ائمہ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ دعا ہر مسلمان میت کے لیے شرعا عمدہ و پسندیدہ ہے۔ اس بارے میں آیات قرآنیہ واحادیث شریفہ بہت ہیں اور وہ بھی اطلاق کے ساتھ یعنی یہ نہیں فرمایا گیا کہ صرف فلاں وقت نہ کر بلکہ ہر وقت دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس موقع پر چند حدیثیں نقل کرتا ہوں۔

پہلی حدیث: اکثر الدعاء؛ دعا بکثرت کرو۔ اس کو حاکم نے مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور کہا کہ حدیث صحیح ہے۔ پھر امام سیوطی نے اس کی تصحیح فرمائی۔(۱)

دوسری حدیث: صحیح ابن حبان واوسط طبرانی میں بسند صحیح ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: اذا سأل احدکم فلیکثر فانما یسئل ربہ۔(۲)

جب تم میں کوئی دعا مانگے تو کثرت کرے کہ اپنے رب ہی سے سوال کررہا ہے۔

تیسری حدیث: ابوالشیخ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی:

اکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم۔(۳)

دعا بکثرت مانگ کیونکہ دعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔

چوتھی حدیث: حدیث حسن میں تصریحاً ارشاد فرماتے ہیں [کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا]:

اطلبو الخیر دھرکم کلہ وتعرضو النفحات رحمۃ اللہ فان للہ نفحات من رحمۃ یصیب بھا من یشاء من عبادہ۔

۱۔(الف) المستدرک للحاکم، حدیث: ۱۸۵۹، ۲/۱۹۳، دارالمعرفۃ، بیروت؛(ب) جامع الصغیر مع فیض القدیر، ۲/۱۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

۲۔صحیح ابن حبان، ۳/۷۰، حدیث: ۸۸۶، المکتبۃ الاثریہ، پاکستان۔

۳۔جامع الصغیر مع فیض القدیر، ۲/۱۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

ہر وقت ہر گھڑی عمر بھر دعائے خیر مانگے جاؤ اور رحمت الٰہی کے تجلیات کی تلاش رکھو کہ رحمت الٰہی کی کچھ تجلیاں ہیں کہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے، پہنچاتا ہے۔

اس کو ابوبکر بن ابی الدنیا نے فرج بعد الشدۃ میں اور امام اجل سیدی امام ترمذی نے نوادر الاصول میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابونعیم نے حلیہ میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔(۱)

اور مثل اسی کے طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔(۲)

یہاں تو بحمد اللہ تعالیٰ بہت صریح ہے کہ ہر وقت و ہر زمانہ میں نماز جنازہ سے پہلے اور پیچھے فوراً یا دیر میں یا جب چاہے دعا کرے۔ بلاشبہ شرعاً نہایت اچھا اور عین مامور بہ ہے۔ جو مخالف ہے، شرع مطہر اس خاص وقت کی ممانعت دکھا دے۔ ورنہ بلا وجہ انکار کرنا حکم شرع کو باطل کرنا ہے، اس مضمون کو مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اکثر ایسے لوگ جو مسلمانوں سے یوں کہہ کر اچھے کام سے ان کو باز رکھتے ہیں کہ اس ہیئت مخصوصہ کے ساتھ فلاں عمل کہاں سے ثابت ہے؟ ان سے جواب میں کہہ دیا جائے کہ جب شرع میں حکم عام ہے تو کوئی زمانہ ہیئت اس سے خارج نہیں، ورنہ یہ تو ایسی بات ہوئی کہ غلام نامی کوئی کہے کہ نماز ہم پر فرض نہیں، قرآن کریم میں اگرچہ اقیموا الصلوٰۃ یعنی نماز پڑھو کا حکم موجود ہے، مگر میرا نام تو نہیں، لہٰذا مجھ پر فرض نہیں۔ ایسے پاگل سے یہی تو کہا جائے گا کہ جب عام نازل تو تو بھی داخل، اگر مدعی خروج ہے تو اپنا خروج ثابت کر۔ بے وجہ اعتزال کیوں کرتا ہے۔ بے سبب رفض کیوں اختیار کرتا ہے۔ ہاں کبھی اچھا کام بھی دوسری بری چیزوں کے مل جانے سے برا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اچھے کام میں برائی کے ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کو دکھائے پھر بھی ظاہر ہے کہ برائی کے سبب اچھے کام میں جو خرابی پیدا ہوئی ہے وہ اسی وقت

۱۔(الف) الفرج بعد الشدہ، حدیث: ۲۷، ص: ۸-۹ مکتبۃ المصطفیٰ، بیروت؛ (ب) شعب الایمان للبیہقی، ۲/ ۴۲، حدیث: ۱۱۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

۲۔ معجم الکبیر للطبرانی، حدیث: ۲۰۷، مکتبۃ العلوم والحکم، موصل۔

تک ہے جب تک اس میں دوسری بری چیز موجود ہے۔ ورنہ بعد برائی دفع ہونے کے اچھا کام پھر اچھا ہی ہو جائے گا۔ اب اس تمہید کے بعد مدعیان ممنوعیت دعا بعد نماز جنازہ کے دلائل کی تنقید و تحقیق شروع کرتا ہوں۔

تنقید دلائل مدعیان ممنوعیت دعا بعد نماز جنازہ

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنی ممنوع ہے، اس کی دلیلیں دو قسم کی بیان کی ہیں۔ ایک تو عباراتِ کتب فقہیہ۔ دوسری یہ کہ کسی معتبر کتاب میں یہ نہیں لکھا ہے کہ نماز جنازہ کے سلام کے بعد دعا کرنی چاہیے یا فلاں دعا مستحب ہے۔ دوسری دلیل محض جہالت کے سبب بیان کی ہے کیونکہ متعدد کتابوں میں موجود ہے کہ بعد نماز جنازہ دعا کرے جو انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر ذکر کیا جائے گا۔ نیز اگر کسی کتاب میں بھی اس کا استحباب مذکور نہ ہوتا جب بھی یہ کیا کم ہے کہ ہر وقت دعا کرنے کا حکم ہم مسلمانوں کو ہوتا ہے اور ہر وقت میں بعد نماز جنازہ بھی داخل ہے جیسا کہ تمہید میں گزرا۔ یہ کام خود ان مدعیون کا ہے کہ دعا بعد نماز جنازہ کو ممنوع ثابت کریں ورنہ وہ بھی ماموربہ کا ایک فرد ہے۔

اب رہی پہلی قسم کی دلیل یعنی عبارات کتب فقہیہ تو اس کی دو قسمیں ہیں۔

- ایک وہ عبارتیں جن میں قیام کی قید ہے۔
- دوسری وہ جن میں یہ قید نہیں۔

پہلی قسم کی عبارت بزازیہ وسراجیہ ومحیط وجامع الرموز سے نقل کی ہے۔ فقیر اس کی تائید میں دوسری کتابوں سے بھی نقل کر دیے۔ کبیری وذخیرہ وقنیہ میں ہے:

لا یقوم بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ۔

یعنی بعد نماز جنازہ قیام بدعا نہ کرے۔

کشف الغطا میں ہے: قائم نہ شود بعد از نماز برائے دعا۔(۱)

قیام نہ کرے بعد نماز جنازہ کے دعا کرنے کے لیے۔

ان سب عبارتوں میں عدم قیام بدعا کا حکم ہے۔

۱۔ کتاب "کشف الغطاء" تلاش بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہو سکی۔ (طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

چنانچہ اسی کشف الغطا میں ہے: "منع در کتب بلفظ قیام واقع شدہ۔"(۱)

یعنی کتب فقہیہ میں حکم ممانعت لفظ قیام سے مقید ہے۔اب غور طلب امر یہ ہے کہ یہ قید کیوں لگائی اور پھر یہ کہہ کر کہ یہ قید کتابوں میں ہے اس لفظِ قیام کی طرف کیوں متوجہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً دعا کرنا بعد نماز جنازہ کے ممنوع نہیں۔ جب تک قیام کی برائی اس میں نہ پائی جائے۔

اب مدعیانِ ممنوعیت کا ان عبارتوں کو اپنی دلیل میں پیش کرنا محض جہالت ہے کہ وہ لوگ تو دعا بعد نماز جنازہ کو ممنوع کہتے ہیں اور ان عبارات میں منع ہونا مقید ہے قیام کے ساتھ!

اب دیکھنا یہ ہے کہ قیام بدعا کیوں منع ہے؟ کیونکہ یہ تو کوئی نہ کہے گا کہ کھڑے ہو کر دعا کرنا منع ہے۔قرآن پاک میں ہے:

"یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ "(۲)

یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے بیٹھے لیٹے کرتے ہیں۔

اور یہ بھی تو نہیں کہ میت کے لیے دعا کھڑے ہو کر نہ کی جائے، اس کو تو فقہائے کرام سنت فرماتے ہیں۔

فتح القدیر میں ہے:

والمعهود منها(ای من السنة) ليس الازيارتها والدعاء عندها قائما كما كان يفعل رسول اللهﷺ فى الخروج الى البقيع۔(۳)

سنت یہی ہے کہ زیارت قبور کرے اور کھڑے کھڑے دعا کرے جیسا کہ سید عالم ﷺ بقیع میں تشریف لے جا کر کرتے تھے۔

مسلک متقسط میں ہے:من آداب الزيارة ان يسلم ثم يدعو قائما طويلا۔

۱۔ یہ کتاب بھی دستیاب نہ ہو سکی۔

۲۔ قرآن شریف، سورہ آل عمران، آیت:۱۹۱، پ:۴۔

۳۔ فتح القدیر، ۲/۱۵۰، کتاب الصلاۃ، برکات رضا، پوربندر، گجرات۔

یعنی آدابِ زیارت سے یہ ہے کہ دیر تک کھڑا کھڑا دعا کرے۔

معلوم ہوا کہ میت کے لیے کھڑے ہو کر دعا کرنا مسنون ہے۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا ہے کہ جنازہ کی حالت میں کھڑے ہو کر دعا ممنوع ہے۔ بخاری شریف و مسلم شریف کی حدیث استنقا میں منکرین ممنوعیت کے دلائل میں مذکور [ہے] کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نعش مبارک امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے گرد ہجوم کیا اور چاروں طرف سے احاطہ کر کے کھڑے ہوئے، [اور] امیر المؤمنین شہید کے لیے دعا کرتے رہے۔

ان سب باتوں کو جانے دو تو کھڑا ہونا کون سی بری بات ہے؟ جو دعا جیسی اچھی چیز کو قبیح کر دے یعنی یہ کیا کہ اگر دوسری طرح دعا کرو تو کچھ حرج نہیں، کھڑے ہوئے اور دعا مکروہ ہوئی؟ کیا کھڑا ہونا کوئی عیب شرعی ہے؟ اور جب ظاہر [ہے] کہ کھڑا ہونا عیب کیا بلکہ نماز میں فرض [اور] دعائے میت کے لیے [کھڑا ہونا] مسنون ہے؛ جیسا کہ ابھی گزرا۔ اس کے سبب دعا میں کیوں خرابی پیدا ہونے لگی؟

اب بحمد اللہ تعالیٰ ہر مصنف تسلیم کرے گا کہ یہاں پر قیام کے معنی کوئی اور ایسے نہیں جس پر حکم کراہت دیا جا سکے اور اس کے معلوم کرنے کے لیے تین چیزوں کو جاننے کی ضرورت ہے۔

❁ اول یہ کہ لغت میں قیام کے معنی کیا کیا لکھے ہیں۔

❁ دوسرے یہ کہ فقہائے کرام نے قیام کس وقت مکروہ فرمایا ہے۔

❁ تیسرے یہ کہ کراہت قیام کی کیا کیا دلیلیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

ان تینوں باتوں کے حل ہو جانے سے مسئلہ روشن ہو جائے گا۔

لغت میں قیام کے دو معنی لکھے ہیں۔ ایک کھڑا ہونا اور دوسرے دیر لگانا۔ عبارات کتب فقہ میں کہیں بعد نماز جنازہ کی تخصیص ہے جیسا کہ ذخیرہ وغیرہ کی عبارت گزری اور جامع الرموز میں حکم مطلق ہے، بلکہ کہیں قبل نماز کی بھی تصریح ہے۔

کشف الغطاء میں ہے:

وپیش از نماز نیز بدعا تایستند زیراچہ دعا میکنند بدعا نیکہ او فرد اکبر است بہ بودن دعا

یعنی نماز جنازہ، کذا فی التجنیس۔(۱)

یعنی نماز جنازہ سے پہلے قیام بدعا نہ کرے اس لیے کہ اب ایسی دعا کرے گا جو دعا کی فرد اکبر ہے یعنی نماز جنازہ پڑھے گا ایسا ہی تجنیس میں ہے۔

اب اگر قیام کے معنی کھڑے ہونے کے لیے جائیں تو نماز جنازہ سے پہلے کھڑے ہو کر دعا کرنا ممنوع ٹھہرے، حالانکہ نماز جنازہ سے پہلے دعا کرنا احادیث صحیحہ میں حضور اقدس ﷺ سے ثابت اور کھڑے ہو کر دعا کرنا ابھی اس کے متعلق صحابہ کرام سے ثبوت گزرا۔ اب اس حکم کراہت کی دلیلیں دیکھیں تو وہ بھی دو قسم کی ملیں۔ کہیں یہ کہ چونکہ نماز میں زیادتی کا شبہ ہوتا ہے، لہٰذا مکروہ ہے، محیط وقنیہ وغیرہ میں یہی ہے۔ اور کہیں وجہ کراہت یہ بیان کی کہ جب ایک بار دعا کر چکا یعنی نماز جنازہ پڑھ لیا تو اب دوسرے بار دعا کرنا مکروہ ہے، وجیز کردری سے یہی منقول ہے۔ کہیں یہ فرمایا گیا کہ افضل دعا کرے گا تو ادنیٰ دعا مکروہ ہے، کشف الغطاء و تجنیس وغیرہ میں یہی دلیل لکھی ہے۔ لیکن اکثر شریعت کے اصول وفروع پر نظر کی جائے تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ ایک بار دعا ہو چکنے سے دوسری بار دعا مکروہ نہیں ہوتی اسی طرح افضل دعا کرنے یا اس کے ارادے سے ادنیٰ دعا مکروہ نہیں ہوتی! ورنہ ایک بار سے زیادہ دعا جائز نہیں ہوتی یا مکروہ ٹھہرتی حالانکہ احادیث تمہید میں گزریں کہ بکثرت دعا کرنا شرعاً محبوب وپسندیدہ ہے، ورنہ نماز پنج گانہ کے بعد دعا مکروہ وممنوع قرار پاتی کیوں کہ قعدہ اخیر میں دعا کر چکا ہے، حالاں کہ احادیث میں اس کا حکم اور زمانہ نبوت سے آج تک اس پر تعامل مسلمین ہے۔ بلکہ قعدہ اخیرہ میں بھی دعا مسنون نہ ہوتی کہ سورہ فاتحہ میں اس سے افضل دعا ہو چکی ہے۔ خود میت کے لیے بعد نماز جنازہ اور قبل اس کے دعا فرمانا اور اس کا حکم دینا صحابہ کرام و حضور سید عالم ﷺ سے ثابت ہے۔ ایک حدیث استفتا میں ہے، ایک آگے آتی ہے۔ ان موقعوں پر صحابہ کرام و حضور اقدس ﷺ نے خیال نہ فرمایا کہ ایک بار تو ہم دعا کر چکے یا افضل دعا کرنے والے ہیں لہٰذا دعا نہ کریں اور یہ سب جانے دو۔ غور طلب یہ ہے کہ افضل دعا یا ایک بار دعا کر چکنا دوسری بار کھڑے ہو کر دعا کرنے کو کیوں مکروہ کر دیتا ہے؟ بیٹھ کر دعا کی جائے تو مکروہ کیوں نہ ہو؟

۱۔ یہ کتاب دستیاب نہ ہو سکی۔ (طفیل احمد عفی عنہ)

اب یا یہ کہا جائے کہ قیام کی قید جو اکثر کتابوں میں ہے محض غلط اور لوگوں کو دھوکہ دینا ہے (معاذ اللہ) یا کہو دلائل کو دعویٰ سے کوئی مناسبت نہیں۔ ایسی مہمل بات پر کلمات فقہائے کرام کو محمول کرنا جو نصوص متواترہ واجماع امت اور خود اپنی تصریحات کثیرہ و نیز سیاق کلام وتطابق دلیل ودعویٰ سے صراحۃً دور پڑے ان حضرات کی شان میں کھلی گستاخی ہے۔

الحمد للہ کہ اب یہ بات روشن ہوگئی کہ قیام کے معنی یہاں پر دیر لگانے کے ہیں اور بے شک کسی بہت بڑی دعا کی وجہ سے تجہیز وتدفین جنازہ میں دیر لگانی شریعت مطہرہ کبھی پسند نہ فرمائے گی اور استفتا میں جس دعا کا ذکر ہے وہ نہایت مختصر ہے، جس میں زائد سے زائد تین منٹ صرف ہوتے ہیں۔

اب جب کہ قیام کے معنی دیر لگانے کے ہوئے تو قہستانی کی طرح مطلق رکھنا یا امام فرغانی کی طرح قبل وبعد کی تصریح کر دینا نہایت درست ہے کہ دیر لگانی کسی وقت بھی محبوب نہیں اور جن عبارتوں میں محض قید بعد نماز جنازہ کی ہے اور شبہ زیادت سے استدلال نہیں وہاں منشا یہ ہے کہ قبل نماز عام طور سے جنازہ تیار نہیں ہوتا غسل وکفن وامور ضروریہ جاری ہوتے ہیں اس وقت بہت لمبی دعا میں کیا حرج ہے۔ ہاں بعد نماز جنازہ جبکہ غالباً لے چلنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے بہت دیر کرنا مکروہ ہے اور فقہائے کرام کا کلام اکثر امور غالبہ پر مبنی ہوتا ہے۔

تنبیہ:-

دیر لگانا اس لیے مکروہ ہے کہ مسلمانوں کا بہت زیادہ وقت صرف ہو جاتا ہے جو باعث ناگواری ہوتا ہے۔ ہاں اگر مختصری دعا ہو جیسا مولیین میں ہوتی ہے تو بلا شبہ جائز و مسنون کی [یہ] ایک فرد ہے۔

دارقطنی وفتح الباری، جلد ثانی، ص: ۴۲۲، وکشف الغمہ، جلد ثانی، مصری، صفحہ: ۲۲ میں حدیث مرفوع ہے۔

عن انس ﷺ قال: أتی النبی ﷺ بجنازۃ فلما قام یکبر سأل ﷺ هل علی صاحبکم دین قالو: نعم دینار ان فعدل النبی ﷺ وقال صلوا علی

صاحبکم فقال علی رضی اللہ عنہ ودینہ علی یا رسول اللہ بری منہما فتقدم رسول اللہ ﷺ وصلی علیہ ثم قال لعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جزاک اللہ خیرا فک اللہ رھانک کما فککت رھان اخیک انہ لیس من میت یموت وعلیہ دین الا وھو مرتھن بدینہ ومن فک رھان میت فک اللہ رھانہ یوم القیامۃ فقال بعض القوم: یا رسول اللہ ھذا لعلی خاصۃ ام للمسلمین عامۃ قال بل للمسلمین عامۃ۔

یعنی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا، حضور نماز پڑھنے اٹھے تھے کہ دریافت فرمایا کہ یہ میت مقروض تو نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا دو دینار کا مقروض ہے۔ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ نماز پڑھو! مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کیا کہ اس کا قرض میرے ذمہ ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ پھر [آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ تمھیں نیک بدلہ عطا فرمائے اور فک رہان [تمہاری گروی شدہ چیزیں چھڑادے] فرمائے جس طرح سے تم نے اپنے ایک بھائی کا فک رہان کیا۔ جب کوئی مقروض مرتا ہے تو اپنے قرض کا وہ مرتھن ہوتا ہے اور جو فک رہانِ میت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا فک رہان فرمائے گا۔ بعضون نے عرض کی کہ کیا یہ شرف مولیٰ علی کی خصوصیت ہے؟ فرمایا: ہر مسلمان حاصل کرسکتا ہے۔

اس حدیث میں تو بعد نماز جنازہ دعا وعظ و تعلیم و تعلّم مذکور ہے جس سے ظاہر کہ اتنی تاخیر مکروہ کیا ہو بلکہ منصوص ہے۔ ہاں وہ عبارتیں جن میں بعد نماز جنازہ دعا کا مکروہ ہونا مذکور ہے اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ اگر دعا کرے گا تو زیادتی کا شبہ ہوگا وہاں قیام کے معنی کھڑا ہونا بالکل ٹھیک ہیں لیکن مدعیان ممنوعیت دعا کے لیے یہ دلیل کافی نہیں۔ غور کرو کہ اگر آج نماز جنازہ ہوئی اور کل دعا کی تو جب بھی زیادتی کا شبہ ہوگا، معلوم ہوا کہ مطلق بعدیت مراد نہیں ورنہ جو خرابیاں ہم اوپر بیان کر آئے ہیں وہ سب بھی پائی جائیں گی۔ ہاں یہ مقصود ہے کہ بغیر کسی کھلے فاصل کے بعد نماز جنازہ قیام بدعا مکروہ ہے اور ظاہر کہ صفوں کا توڑنا آدمیوں کا ایک دوسرے سے علاحدہ ہونا اس سے بڑھ کر کون کھلا ہوا فاصل ہوگا؟ جب صفیں ٹوٹ گئیں لوگ ہٹ گئے تو اب اس شبہ کی کہاں گنجائش ہے کہ جو دعا کی جائے وہ نماز پر زیادتی ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے:

حضرت سائب بن یزید ﷺ نے نماز جمعہ پڑھی، سلام ہوتے ہی سنتیں پڑھنے کھڑے ہوگئے تو امام وقت نے ان کو بلا کر فرمایا:

لاتعد لما فعلت اذا صلیت الجمعة فلا تصلها بصلوٰۃ حتی تکلم او تخرج فان رسول اللہ ﷺ امرنا بذلك ان لا نوصل صلوٰۃ بصلوٰۃ حتی نتکلم او نخرج۔(۱)

آج تو خیر مگر آئندہ ایسا نہ کرنا جب نماز جمعہ پڑھو تو اور نماز نہ پڑھو جب تک بات نہ کرلو یا اپنی جگہ سے ہٹ نہ جاؤ۔ سید عالم ﷺ نے ہم کو یہی تعلیم فرمائی ہے کہ ایک نماز کو دوسری نماز سے نہ ملائیں۔

مرقاۃ میں مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

والمقصود بهما الفصل لئلا یوهم الوصل فالامر للاستحباب والنهي للتنزیه.اه ملخصا۔(۲)

یعنی مقصود یہ ہے کہ دونوں نمازوں کے درمیان فصل ہوجائے، وصل نہ رہے۔ تو صف کا توڑ دینا مستحب ہے اور نہ توڑنا مکروہ تنزیہی ہے۔

معلوم ہوا کہ شبہ زیادتی مٹانے کے لیے وہاں سے ہٹ جانا کافی ہے۔ اب عبارت کا مطلب صاف ہوگیا کہ نماز جنازہ کے بعد اسی طرح بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے ہوئے دعا نہ کریں تاکہ نماز میں زیادتی کا شبہ نہ ہو، یہ معنی نہایت درست ہیں اور تقیید بھی کھل گئی اور بعض علما کا ارشاد بھی سمجھ میں آگیا کہ:

اگر نشستہ دعا کند جائز باشد بلا کراہت۔

یعنی اگر بیٹھے ہوئے دعا کرے تو مکروہ نہیں بلکہ جائز ہے۔

واقعی بیٹھ جانا بھی مثل صف توڑنے کے کھلا ہوا فاصل ہے کہ زیادتی کا شبہ اس وقت بھی نہیں مگر صف کا توڑنا اس سے زیادہ اکمل اور پھر منصوص ہے اور یہی برہما میں ہوتا ہے۔

۱۔ مسلم شریف، کتاب الجمعۃ، حدیث:۱۹۲۶، ص:۳۹۹، دارالفکر، بیروت۔

۲۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ج:۳، ص:۲۵۷، دارالکتاب العربی، بیروت۔

تنبیہ:-

یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ صف کا نہ توڑنا بھی اس وقت مکروہ تنزیہی ہے جب کہ اسی صورت سے دیر تک دعاء کی جائے ورنہ مختصر دعا صف توڑنے سے پہلے بھی جائز ہے، [اور] نصوص شرعیہ اس پر شاہد۔ مثل:

قوله ﷺ انی لاحبك واوصيك يامعاذ لاتدن عن دبر كل صلوٰة ان تقول اللهم اعن علیٰ ذكرك و شكرك و حسن عبادتك وكان ﷺ اذا فرغ من صلوٰة قال بصوته الاعلیٰ لاالٰهٔ الا الله وحده لا شريك له الحديث و امثالهما۔(۱)

یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے معاذ مجھے تمہارے ساتھ محبت ہے میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد کہا کرو:

اللهم اعن علیٰ ذكرك وشكرك وحسن عبادتك۔

حضور کی عادت شریفہ تھی کہ ہر نماز کے بعد بلند آواز سے فرماتے: لاالٰه الله وحده لاشريك له۔ اس کے علاوہ اور بھی اس مضمون کی حدیثیں ہیں۔ اسی لیے محققین علما نے مثل امام ابن ہمام و شرنبلالی و ابن نجیم بلکہ صاحب محیط نے اسی محیط میں فرمایا کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے دعا کرنا مستحب و مختار ہے۔ [چنانچہ آپ] فرماتے ہیں:

ثم فی ظاهر الحديث ليس بعد التكبيرة الرابعة دعاء وقد اختار بعض مشائخنا رحمهم الله تعالىٰ ما يختم به سائر الصلوٰة اللهم ربنا آتنا فی الدنيا حسنة الآيه وقال شمس الائمه رحمه الله هو مخير بين السكوت والدعاء وقال بعضهم يقرأربنا لاتزغ قلوبنا الآيه وقال بعضهم يقرأسبحان ربك رب العزة عما يصفون۔(۲)

یعنی ظاہر حدیث میں چوتھی تکبیر کے بعد سوا سلام کے کوئی دعا نہیں لیکن بعض مشائخ نے دعا پڑھنا مختار بتایا ہے قبل سلام کے اور وہ دعا یہ ہے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا

۱۔ شعب الایمان للبیہقی، ۴/۱۰۰، حدیث: ۴۴۲۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

۲۔ المبسوط للسرخسی، ۲/۱۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت

حَسَنَةً۔الآیہ اور فرمایا شمس الائمہ نے کہ مصلی کو اختیار ہے کہ چپ رہے یا دعا پڑھے اور بعضوں نے فرمایا کہ: رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا۔الآیہ پڑھے اور بعضوں نے فرمایا کہ: سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ پڑھے اور مفتاح الصلوٰۃ اور اس کے حواشی میں اتنا اور بھی ہے کہ: اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ پڑھے اور فرمایا کہ: خواندن اینار مستحب است وانچہ قبل از تکبیر رابع خواند مسنون است؛ یعنی یہ دعا مستحب ہے اور چوتھی تکبیر سے پہلے جو دعا پڑھے وہ سنت ہے۔

اب ظاہر ہوگیا کہ صف توڑنا کیا قبل سلام دعا کرنی مستحب ہے اور اگر دعا نہ کرے سکوت کرسکتا ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ نماز جنازہ میں بالاتفاق صرف چار تکبیریں ہیں نہ کم نہ زیادہ تو جو شخص قبل سلام دعا کرتا ہے اس پر یہ شبہہ زیادہ قوی ہے کہ نماز میں زیادتی کررہا ہے تو چاہیے تھا کہ یہ دعا سخت مکروہ ہوتی، برخلاف دعا بعد سلام کے کہ اب تو نماز ہوچکی زیادتی کا خیال ہوسکتا ہی نہیں۔ چنانچہ جس زادالآخرت کی عبارت کو مدعیان ممنوعیت نے بطور حجت پیش کی ہے، اسی معتمد کتاب میں نہر فائق و بحر زخار سے منقول ہے کہ:

بعد از سلام بخواند: اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ۔

بعد سلام کے کہے: اللھم لا تحرمنا اجرہ، الخ۔

اور اسی پر تعامل علما و صلحا روئے زمین ہے اور یہی قول محمد بن فضل کا مختار و راجح و مؤید بالا حادیث ہے جیسا کہ گزرا۔

معلوم ہوا کہ صف توڑنے سے پہلے دعا طویل مکروہ تنزیہی ہے، ورنہ مختصر دعا تو مستحب و مختار ہے۔ غرض یہ کہ اس قسم کی عبارتوں میں بھی قیام کے معنی وہی دیر تک کھڑا رہنا ہی ہے اور جہاں لفظ قیام مذکور نہیں جیسے عبارت مرقاۃ میں [ہے]، وہاں محذوف ہے کہ شبہ زیادت بغیر قیام متصور ہی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ تمام وہ عبارتیں جن میں لفظ قیام مذکور یا محذوف ہے ان میں قیام کے معنی دیر لگانا اور دیر تک کھڑا رہنا ہے اور دیر لگانے سے مراد اتنی دیر ہے کہ لوگ تنگ آجائیں۔ مسلمانوں کے دوسرے کاروبار میں صرف اس دعا کے سبب نقصان آئے یا تعفّنِ میّت شروع ہوجائے یعنی مردہ بُو دینے لگے اور پھر تاخیر بھی صرف مکروہ تنزیہی یعنی خلاف

اولیٰ ہے کوئی گناہ نہیں ہے۔نہ کہ دعا مختصر نہایت تھوڑے وقت میں جیسا کہ -برہما- میں ہوتی ہے کہ وہ تو مستحب ومختار ومنصوص ہے۔

اب عبارات سراجیہ وبزازیہ ومحیط وجامع الرموز وکبیری وذخیرہ وقنیہ وکشف الغطاء ومرقاۃ وزادالآخرت کا صحیح ترجمہ یہ ہوا کہ:

بعد نماز جنازہ بغیر صف توڑے دعا کرنے میں بہت زیادہ دیر نہ لگائے اور دیر تک کھڑا نہ رہے یہاں تک کہ لوگ کھڑے کھڑے پریشان ہو جائیں کیونکہ اگر دعا کرنے سے جی نہیں بھرتا تو کب تک دعا کرتا رہے گا حالانکہ یہ کیا کم ہے کہ نماز جنازہ میں افضل دعا کر چکا ہے اور اگر صف نہ توڑے گا اور دیر لگائے گا تو بیشک شبہ ہو سکتا ہے کہ نماز میں زیادتی کر رہا ہے۔

مدعیان ممنوعیت نے جہالت سے یا جان بوجھ کر عبارتوں کا غلط ترجمہ کیا ہے اور صحیح ترجمہ کرنے کے بعد عمل اہل اسلام -برہما- کی ممنوعیت ان عبارتوں سے ثابت نہیں ہوتی کہ وہ لوگ تو صف توڑ کر صرف مختصر اور نہایت مختصر دعا کر لیتے ہیں جس میں صرف تین منٹ صرف ہوتے ہیں۔

اب باقی رہ گئیں وہ عبارتیں جن میں لفظ قیام نہیں بلکہ یوں فرمایا گیا ہے کہ دعا بعد نماز جنازہ کے مکروہ ہے جیسا کہ زاہدی نے قنیہ میں ایک حکایت ذکر کی۔ نیز اسی طرح نفع المفتی والسائل وبحرالرائق میں ہے۔ان میں بحرالرائق کی عبارت سے دعا بعد نماز جنازہ کا ممنوع ہونا ثابت نہیں ہوتا لیکن اگر مدعیان ممنوعیت اس کو نہ سمجھ سکیں اور اس قسم کی عبارتوں کو اپنی پونجی بنائیں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا بعد نماز جنازہ کے دعا نہ کرے یا دعا کرنا مکروہ ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ بعد نماز جنازہ کے کبھی دعا نہ کی جائے، یہ تو باجماع امت باطل ہے۔احادیث صحیحہ فعلیہ وقولیہ سے اس کا بطلان ظاہر ہے کیونکہ دعائے زیارت قبور جس کا کوئی مخالف نہیں وہ بھی بعد نماز جنازہ ہوتی ہے۔معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ کے ہمیشہ کے لیے دعا مکروہ نہیں بلکہ اسی وقت نماز پڑھتے ہی بغیر کھلے ہوئے فاصل کے دعا کرنا مکروہ ہے اور ابھی بتا چکا ہوں کہ صف کا توڑ دینا شرعاً کھلا ہوا فاصل ہے۔

تو معلوم ہوا کہ دعا بعد نماز جنازہ اس وقت مکروہ ہے جب کہ صف نہ توڑے بلکہ

بدستور صفیں قائم رہیں۔ دیکھو یہاں بھی قیام کی قید آ گئی کیونکہ جب صفیں بدستور قائم رہیں تو قیام بھی باقی رہا تو اب اس قسم کی عبارتوں کا مقصود وہی ہوا جو ان عبارتوں کا مقصود ہے جن میں بعد نماز جنازہ قیام بدعا کو مکروہ بوجہ شبہ زیادت فرمایا گیا ہے۔ اس بات کو اس طرح سمجھو کہ اگر کتب فقہ میں کسی ایک ہی واقعہ کے لیے حکم دیا ہے اور ایک مطلق ہو اور ایک مقید جیسا کہ مسئلہ دائرہ میں کہیں دعا بعد نماز جنازہ کو مکروہ فرمایا گیا اور کہیں قیام بدعا کو مکروہ فرمایا گیا تو مطلق کو مقید پر حمل [محمول] کریں گے یعنی اس قید کو ہر جگہ ملحوظ رکھیں گے ورنہ مسئلہ دائرہ میں یہ کیا کم ہے کہ بکثرت عبارتوں میں قید قیام لگی ہے اور بعض قلیل عبارتوں میں نہیں اور مخالفت اکثرین نا قابل قبول ہے۔

درمختار میں ہے: مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامھم۔
مطلق کو مقید پر محمول کریں تا کہ سب کا کلام متفق ہو جائے۔

اسی درمختار میں ہے:

یحمل اطلاق الفتاوی علی ما وقع مقیدا لاتحاد الحکم والحادثة ونقل نحوه فی رد المختار۔(۱) وغیرہ۔
فتاوی میں حکم مطلق حکم مقید پر محمول ہوگا۔ حکم وحادثہ کے ایک ہونے کے سبب سے ایسا ہی رد المختار، وغیرہ میں ہے۔

غرض یہ کہ قید قیام ہر جگہ ضروری ہے ورنہ ان اعتراضات کا کیا جواب ہے کہ اگر بعد نماز جنازہ کے مطلق بعدیت مراد ہے کہ کبھی دعا نہ کی جائے تو اجماع امت کے خلاف ہے اور اگر بین یعنی دعائے زیارت قبور اور نماز جنازہ کے درمیان کا کوئی زمانہ مراد ہے تو غیر منضبط ہے۔ اس لیے کہ درمیانی زمانہ بہت ہے کسی ایک وقت کو اس میں مقرر کرنا محض بلا دلیل ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ فوراً بحالت قیام بغیر صف توڑے ہوئے دعا کرنی مکروہ ہے تو یہ مدعیان ممنوعیت کے خلاف ہے کیونکہ اہل اسلام - برہا - دعا بعد صف ٹوٹ جانے کے مختصر سی کرتے ہیں۔ اسی مضمون کو دوسری طرح سمجھو کہ جب حکم مطلق نہیں رہا ورنہ دعائے زیارت قبور بھی ممنوع ٹھہرے تو مقید ہوگا۔ تو اب کون سی قید ہے تو موافق اصول فقہ قید قیام سے قطع

۱۔ درمختار مع ردالمحتار، ۵/ ۲۱۵، بیروت۔

نظر کم از کم ہر قید کا جو فرض کی جائے احتمال برابر رہا اور مدعی مستدل ہے۔

واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔(۱)

جب احتمال رہا تو استدلال باطل ہوا۔ لطف یہ ہے کہ عبارت نفع المفتی والسائل میں لفظاً علی روایۃ سے اس حکم کراہت کا ضعف ظاہر ہے اور حکایت قنیہ میں حکایت کرنے والا زاہدی اور جس کتاب میں حکایت ہے، وہ قنیہ ہے۔ حالانکہ زاہدی معتمد نہ قنیہ معتبر۔ خصوصاً ایسی حکایت میں جو قواعد شرع کے خلاف ہو جیسا کہ گزرا۔

ردالمحتار میں ہے: کتاب القنیۃ مشہور بضعف الروایۃ بغیر۔(۲)
یعنی کتاب قنیہ ضعف روایت میں مشہور ہے۔

عقود دریہ میں ہے:

ذکر ابن وھبان انه لایلتفت إلی مانقله صاحب القینه یعنی الزاھدی مخالفاً للقواعد مالم یعضده نقل من غیره و مثله فی النھر ایضًا اھ۔(۳)

یعنی ابن وہبان نے ذکر کیا ہے کہ زاہدی صاحب قنیہ کی کوئی بات جو مخالف قواعد شرعیہ ہو قابل التفات نہیں جب تک دوسرے سے اس کی تائید نہ ہو۔ ایسا ہی نہر میں بھی ہے۔

طحطاوی میں ہے: القنیۃ لیست من کتب المذھب المعتمد۔
یعنی کتاب قنیہ معتمد و معتبر نہیں ہے۔

علاوہ بریں زاہدی صاحب قنیہ معتزلی تھا اور معتزلہ مخذولہ کے نزدیک اموات مسلمین کے لیے دعا محض بیکار ہے جیسا کہ شرح عقائد و شرح فقہ اکبر وغیرہما کتب عقائد میں مذکور ہے۔(۴)

پھر خود زاہدی اس حکایت کو لفظ عن سے شروع کرتا ہے جس سے اس کا ضعف

۱۔ الاشباہ والنظائر، ۲/۲۰۵، بیروت۔
۲۔ ردالمحتار، ۱/۵۹، دارالکتب العربیۃ الکبریٰ، مصر۔
۳۔ العقود الدریۃ، ۲/۳۲۴، دارالمعرفۃ، بیروت۔
۴۔ شرح عقائد للنسفی، ص:۳۹۴، مکتبۃ البشریٰ، کراچی، پاکستان۔

ظاہر ہے اور آخر میں وہی اکثر فقہا کی راہ چلتا ہے اور قیام کی قید لگاتا ہے۔ کہتا ہے کہ:

وقال محمد بن الفضل: لا باس به ولا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلوٰة الجنازة وقال رضی الله تعالیٰ عنه لانه يشبه الزيادة فی صلوٰة الجنازة۔(۱)

دیکھو! اس میں وہی لفظ قیام مذکور ہے۔ سب جانے دو تو زیادہ سے زیادہ یہ حکم کراہت بھی بعض فقہاء سے مروی ہے۔ اب جواز وکراہت میں ترجیح کس کو ہے؟ کتب فقہ میں فتوٰی جواز پر ہے۔ کشف الغطاء میں بعد عبارت قنیہ، وغیرہ ہے:

فاتحہ و دعا برائے میت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ، کذا فی خلاصة الفقه۔(۲)

یعنی فاتحہ ودعا واسطے میت کے دفن سے پہلے درست ہے اور یہی روایت معمول بہ ہے ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ:

یہ لفظ ہمیں است روایت معمولہ قوت وشوکت میں لفظ عليه الفتوىٰ وبه يفتىٰ کے برابر ہے جو آکد الفاظ افتاء سے ہیں۔ ردالمختار، وغیرہ میں ہے:

يظهر لی ان لفظ عليه العمل مساو للفظ الفتوىٰ، اھ۔(۳)

یعنی یہ کہنا کہ اس پر عمل ہے (یہ) برابر ہے اس کہنے کے کہ اسی پر فتوٰی ہے۔

اسی مقام سے معلوم ہوا کہ بحر الرائق میں خلاصہ سے جو کراہت منقول ہے وہ مفتیٰ بہ نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ عامہ عبارات کتب فقہیہ میں قید قیام جہاں ہے وہاں تو ظاہر اور جہاں بظاہر نہیں وہاں بھی قیام کی قید ضروری ہے ورنہ اصول شریعت کی مخالفت لازم آئے اور قیام کے معنی دیر لگانا اور دیر تک کھڑا رہنا ہے۔ وہ بھی اتنی دیر جو باعث ناگواری وغیرہ ہو جیسا کہ گزرا۔ اب جب کہ مدعیان ممنوعیت دعا کی پیش کردہ دلیلوں سے ان کا دعوٰی ثابت نہ ہوا تو

۱۔ یہ کتاب دستیاب نہ ہو سکی۔ (طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

۲۔ یہ کتاب دستیاب نہ ہو سکی۔ (طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

۳۔ ردالمختار، ۱/۱۲۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

منکرین ممنوعیت دعا یعنی مجوزین کے لیے یہ کافی ہے کہ جب کوئی ممانعت نہیں تو بلا شبہ جائز ہے۔

قول فیصل:

منکرین ممنوعیت یعنی مجوزین دعا کا یہ کہنا کہ عبارات کتب فقہ کا ترجمہ مدعیان ممنوعیت نے غلط کیا ہے بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ قیام کا ترجمہ کھڑا ہونا کیا ہے اور جہاں قیام محذوف ہے وہاں ترجمہ سے اس لفظ کو اڑا دیا ہے۔ حالانکہ ہر جگہ صحیح ترجمہ یوں ہے کہ بعد نماز جنازہ بغیر صف توڑے بہت دیر تک دعا کرنی جس سے نقصانات شرعیہ جو اوپر مذکور ہوئیں لازم آئے خلاف اولیٰ ہے، یعنی معصیت نہیں ہے۔

اسی طرح مجوزین دعا نے جو اپنی تائدیں پیش کی ہیں ان کے علاوہ موافق تصریح محققین علما مثل امام ابن ہمام، شرنبلانی و ابن نجیم بلکہ صاحب محیط پھر صاحب مفتاح الصلوٰۃ و اصحاب حواشی مفتاح و صاحب زاد الآخرت و نہر الفائق و بحر ذخار و صاحب کشف الغطا وغیرہ۔

قول مفتیٰ بہ معتمد علیہ صحیح راجح:

[اس مسئلے میں قولِ مفتیٰ بہ، معتمد علیہ اور راجح و صحیح] یہی ہے کہ دعا بعد نماز جنازہ جیسا کہ - برہما - میں ہوتی ہے جائز ہے، بلکہ مستحب ہے اور موافق حدیث شریف دارقطنی و فتح الباری، امر مسنون کی یہ دعا ایک فرد ہے۔ والحمد لله غافر العصاة من المؤمنين والصلوٰة والسلام على سيدنا و مولانا محمد شفيع المذنبين وعلى آله واصحابه اجمعين! هذا ما عندی والعلم عند الله۔ چوں کہ اس فیصلہ نے رسالہ کی صورت اختیار کی اس لیے اس کا نام - الاجازة بالدعاء بعد صلوٰة الجنازة۔ رکھا۔ فقط۔ کتبہ

فقیر ربه واسیر ذنبه ابو المحامد سید محمد الاشرفی الجیلانی کان الله له
خادم الحدیث الشریف فی الجامعة الاشرفیه الکائنة فی حضرة
کچھوچھه المقدسه، ضلع فیض آباد [یوپی]

مواہیر ودستخط علمائے کچھوچھہ ضلع فیض آباد

اصاب واجاد من اجاب وافاد وانا العبد المسکین
ابو المعین محی الدین الاشرفی الجیلانی غفرلہٗ
المدرس فی الجامعۃ الاشرفیہ کچھوچھہ شریف

❀

ذلك كذلك
مُہر دار الافتاء جامعہ اشرفیہ

❀

هکذا مذهب مشائخنا رحمهم الله تعالیٰ
فقیر ابو احمد محمد علی حسین اشرفی جیلانی کان اللہ لہ
خادم سجادہ وجامعہ اشرفیہ
مہر شریف
حضرت زیب سجادہ اشرفیہ دامت برکاتہم

❀

صح الجواب والله اعلم بالصواب
فقیر ابو المحمود سید احمد اشرف اشرفی جیلانی کان اللہ
ناظم جامعہ اشرفیہ

❀

الجواب صحیح والمجیب نجیح
ناچیز نذر اشرف اشرفی جیلانی غفرلہٗ
مدرسہ جامعہ اشرفیہ، کچھوچھہ شریف

❀❀❀

رامپور

جواب:-

ایصال ثواب کے لیے فاتحہ وغیرہ پڑھنا جائز اور اچھا اور میت کو اس سے فائدہ ہوتا ہے یعنی جو کچھ اس کے واسطے پڑھا جاتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے۔ جو کچھ قرآن سے آسان ہو پڑھے۔ دعا سراً پڑھنا افضل ہے۔ شامی کی پہلی جلد میں آیا ہے:

(ویقرأ یٰس) لما ورد من دخل المقابر فقرأ سورة یٰس خفف اللہ عنهم یومئذ و کان له بعدد من فیها حسنات۔(۱)

وفی شرح اللباب: ویقرأ من القرآن ماتیسر له من الفاتحة واول البقرة الی المفلحون وآیة الکرسی وامن الرسول و سورة یٰس وتبارك الملك وسورة التکاثر والاخلاص اثنی عشر مرة اوسبعا او ثلاثاثم یقول اللهم اوصل ثواب ماقرأناه الی فلان او الیهم. وصول القراءة للمیت اذا کانت بحضرته او دعی له عقبها ولو غائبا لان محل القراءة تنزل الرحمة والبرکة والدعاء عقبها ارجیٰ للقبول و مقتضاه ان المراد انتفاع المیت بالقرأة لاحصول ثوابها له۔(۲)

المجیب: نوشہ علی عفی عنہ، مدرسہ ارشاد العلوم، رام پور-

یہ جواب صحیح ہے اور یہ طریقہ ایصال ثواب کا بایئت کذائی اگرچہ سلف سے منقول نہ بھی ہو تب بھی حیطۂ جواز سے خارج نہیں ہے۔ جب کہ ایصال بالاطلاق جائز ہے۔ اور کوئی منافی ایصال کے اس طریقۂ مذکورہ میں موجود نہیں ہے۔ فقط۔

العبد- حامد حسن، مدرس، مدرسہ ارشاد العلوم، رامپور۔ (مہر)

الجواب صحیح: العبد- محمد سلامت اللہ عفی عنہ۔ (مہر)

۱۔ فتاویٰ شامی، ۳/۱۵۱، زکریا بک ڈپو، دیوبند۔

۲۔ شرح لباب، ۲/۱۰۴، بیروت۔

-:دہلی:-

الجواب صحیح: محمد پردل، مدرس اول، مدرسہ نعمانیہ، دہلی۔
جواب صحیح ہے، موافق طریقۂ اہلِ سنت و جماعت۔ محمد عبدالرشید، مہتمم مدرسہ نعمانیہ، دہلی۔ (مہر)
الجواب صحیح: محمد نسیم احمد عفا عنہ الصمد۔
الجواب صحیح: محمد کرامت اللہ، مفتی وواعظ دہلی۔

-:مبارک پور:-

انی مصداق لذلك۔ عبدالسلام غفرلہ قادری برکاتی، مدرس اول، مدرسہ مصباح العلوم، مبارکپور، اعظم گڑھ۔

-:راندیر:-

من اجاب اصاب: حررہ شہاب الدین عفی عنہ، خطیب جامع مسجد تائی واڑہ، راندیر، ضلع سورت، گجرات۔ (مہر)
الجواب اصح: فقیر غلام محی الدین بن مولانا مولوی سید رحمت اللہ بدست خود، مقام راندیر، ضلع سورت، خانقاہ شریف۔ (مہر)

-:ممبئی:-

الجواب صحیح: دعا وفاتحہ پڑھنا بعد نماز جنازہ کے درست ہے۔ محمد عبدالغفور عفی عنہ، مدرس اول، مدرسہ ہاشمیہ، بمبئی۔
المجیب مصیب ولہ من الاجر نصیب: راقم آثم قاضی غلام احمد تلیاپی، مدرس اول، مدرسہ محمدیہ، بمبئی۔
الجواب صحیح: العبد - حافظ عبدالحلیم، امام مسجد جامع محلہ، بمبئی۔
الجواب صحیح: فقیر محمد عمرالدین قادری ہزاروی، امام مسجد قصاب محلہ، بمبئی۔

-:کلکتہ:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم واصلی واسلم علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ اٰلہ وصحبہ اولی الکرامۃ والنعیم وبعد فما اجاب بہ المجیب المصیب حری بالقبول بری عن الذھول موافق للکتاب مطابق لاٰراء اولی الالباب واللہ اعلم بالصواب وانا العبد الکئیب المسکین ابو المظفر محمد سعید الدین اول المدرسین فی مدرسۃ اھل السنۃ المسماۃ بفیض عام کلکتہ الواقعۃ بمسجد حاجی پارہ سیالدہ۔

مدرسہ فیض عام اہل سنت وجماعت

حامدا ومصلیا

وبعد فاقول: ما اجاب المجیب فھو فیہ المصیب ولا ریب فیہ لانہ ثبت ھذہ المسائل بالتصریح والبراھین و ھذہ مسلک السلف الصالحین والعلماء الکاملین والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ واٰلہ واصحابہ اجمعین۔

خادم العلماء والحکماء والرقلاء سید محمد راحت حسین بہاری غفرلہ الباری،
مہتمم مدرسہ فیض عام اہلسنت وجماعت، کلکتہ۔

الجواب صحیح: احمد موسیٰ المصری، خطیب جامع مسجد، کلکتہ۔

الجواب صحیح: العبد۔محمد لعل خان عفی عنہ، واعظ کلکتہ، نمبر ۲۲، زکریا اسٹریٹ، کلکتہ۔

-:رنگون:-

الجواب صحیح والرای نجیح۔محمد عبد الحکیم، خطیب مسجد زرساپوری، رنگون۔

قرأت قرآن کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اگر چہ بعد نماز جنازہ کے ہو۔کتبہ: محمد اسماعیل غفرلہ، خطیب مسجد نمبر ۴۰ گلی، رنگون۔

بعد نماز جنازہ سورۂ فاتحہ اور دعا پڑھنا جائز ہے۔العبد۔وصی الرحمٰن خان چاٹگامی۔

دعا واسطے میت کے جائز ہے۔دعا سے پیشتر سورۂ فاتحہ کا پڑھنا امر مسنون ہے۔

کما فی الشامیۃ واما الحمد لہ فتجب فی الصلوٰۃ وتسن فی الخطب و قبل

الدعاء بعد الاکل و تباح بلا سبب۔ عبد الجبار رنگونی۔

نماز جنازہ کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھنا اور میت کے لیے دعا کرنا جائز ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قرأ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب رواہ الترمذی و ابو داؤد ابن ماجہ۔(۱)

یعنی سورہ فاتحہ نماز جنازہ میں پڑھے جیسے کہ حدیث ابن عباس میں گزرا یا جنازے پر بعد نماز کے یا پہلے نماز کے، بقصد تبریک کے پڑھے۔ مظاہر حق اور اشعۃ اللمعات میں اس کے متعلق اور بھی تفصیل ہے۔

محمد خلیل الرحمٰن غفرلہ اسلام آبادی۔

-:الٰہ آباد:-

الجواب: اس خصوصیت کے ساتھ اس قسم کی ایصال ثواب و دعا کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ گو دعائے ایصال ثواب کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے جب چاہے کر سکتا ہے تاہم اس خصوصیت کے ساتھ کرنا بدعت حسنہ سے خالی نہیں۔ کبھی کبھی یہ خصوصیت ترک کر دے تو زیادہ اولیٰ ہے ورنہ بالکل ترک کر دینے سے کرتے رہنا بہتر ہے۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب!

کتبہ: محمد عبد الکافی عفی عنہ، خطیب جامع مسجد، الٰہ آباد۔

-:ناگاپٹن:-

الجواب:

حامداً للہ و مصلیاً و مسلماً علی رسولہ و آلہ نعم یستحب قراءۃ کما فی شرح الصدور سورۃ الفاتحۃ و سورۃ البقرۃ عند رأس المیت و خاتمۃ

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث: ۷۰۲، مکتبۃ العلوم والحکم، موصل۔

البقرة عند رجليه بعد الصلاة قبل الدفن كما فی شرح الصدور۔[1]
وقال فی مفتاح الصلاۃ: وچون از نماز جنازہ فارغ شوند مستحب است کہ امام یا صالح دیگر فاتحہ از بقرہ تا مفلحون طرف سر جنازہ وخاتمہ بقرہ یعنی آمن الرسول طرف پائیں بخوانند کہ در حدیث وارد است، الخ۔

والحاصل ان قرأۃ الفاتحة وغيرها من الآيات القرآنية والدعاء المعهود لها بعد الصلوٰة قبل الدفن من الامور المستحسنة كما فی الاحاديث النبوية بلا شك وارتياب۔ فينتفع الميت بها ويعطى لها الثواب۔ بحيث ان لا يمهل الجنازة الى الدفن فی التراب۔ هذا ما عندى فی الجواب والعلم الاتم عندى من عنده ام الكتاب وهو اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب۔

العبد الفقير الى الملك الوهاب ابو الخير احمد ابراهيم بن العالم اللاب الماهر مدرس للطلاب مولانا الحاج سيد محمد التا كفطنى غفر الله لهما ولوالديهما ولجميع المسلمين والحمد لله رب العالمين۔

خلاصہ: شرح الصدور وشرح شرعۃ الاسلام وشرح اللباب وغیرہا میں ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے میت کے سرہانے سورۂ فاتحہ وسورۂ بقرا اور پائیں سورۂ بقر کا آخری حصہ پڑھنا مستحب ہے اور مفتاح الصلوٰۃ میں ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہوکر امام یا کوئی بزرگ جنازہ کے سرہانے ابتدائے سورۂ بقر سے مفلحون تک اور پائیں آمن الرسول سے آخر سورہ تک پڑھے یہ مستحب ہے اور ایسا ہی حدیث میں وارد ہے۔ حاصل یہ کہ پڑھنا سورۂ فاتحہ وغیرہا آیات قرآنیہ کا اور دعا کرنا بعد نماز جنازہ کے امر مستحسن وخوب ہے۔ اور بیشک حدیث شریف میں یہ مضمون وارد ہوا ہے اس سے میت کو نفع پہنچتا ہے۔ ہاں بہت دیر دفن میں نہ لگائے۔

❁

---

[1] شرح الصدور عربی، ص: ۱۰۴، دار المدنی، جدہ۔

:-سورت:-

الجواب:

آں حضرت ﷺ سے بعد نماز کے دعا کرنا ثابت ہے اور اسی پر عمل ہے علمائے سلف وخلف کا۔جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کی شرح اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ جلد اول، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازۃ والصلوٰۃ علیہا کے فصل ثانی میں فرماتے ہیں: احتمال وارد کہ آنحضرت ﷺ درجنازہ فاتحہ بعد از نماز یا پیش ازاں بقصد ترک خواندہ باشند چنانکہ الآن متعارف است۔(۱)

رسول خدا ﷺ نے بعد نماز جنازہ کے یا قبل نماز جنازہ کے فاتحہ پڑھی ہو جیسا کہ اب رواج ہے۔پس ان دومعنوں میں ایک معنی سے حضور سید عالم ﷺ کا بعد نماز جنازہ کے فاتحہ پڑھنا ثابت ہوا پھر اس پر عمل علما کا ہے جیسا کہ الآن متعارست اس پر دال ہے۔اور بعد فاتحہ جنازے کے سرہانے الم مفلحون تک پڑھے اور پائین جنازے کے آمن الرسول آخر تک پڑھے اسی پر عمل ہے علماء وفضلا کا جیسا کہ محقق حنفیہ محدث فتح محمد برہان پوری کتاب مفتاح الصلوٰۃ میں فرماتے ہیں:

مسئلہ:-

چوں از نماز فارغ شوند مستحب است کہ امام یا صالح دیگر فاتحہ بقرہ تا مفلحون طرف سر جنازہ وخاتمہ بقرہ یعنی آمن الرسول طرف پائین بخواند کہ در حدیث وارد است ودر بعضے احادیث بعد از دفن واقع شدہ ہر دو وقت کہ میسر شود مجوز است۔اور بعد میں میت کے حق میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے۔جیسا کہ نہر الفائق شرح کنز الدقائق، جلد اول، باب الجنائز میں ہے:ویقول بعد صلوٰۃ الجنازۃ اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ۔(۲)

اور بحر ذخار میں ہے:

چوں از نماز جنازہ فارغ شود ایں دعاء بخواند:اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا

۱۔اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ،ص:۸۹ ۳،منشی نولکشور لکھنو۔

۲۔نھر الفائق شرح کنز الدقائق،ج:۱،ص:۲۷ ۳،بیروت۔

تفتنا بعدہ واغفر لنا ولہ۔

یعنی جب نماز جنازہ سے فارغ ہوے میت کے لیے دعائے مذکور پڑھے۔

فقہائے کرام جو بعد نماز جنازہ کے دعا کرنے کے لیے فرماتے ہیں، اس لیے کہ یہ فعل ثابت ہے سلف اور خلف سے اور زمانہ خیر القرون سے اب تک یہ فعل جاری ہے۔ کیونکہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نماز جنازہ کے دعا مانگی ہے اور یہ حدیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ عینی شرح ہدایہ کی ابتدا میں بیہقی سے لکھا ہے کہ جب صحابی براء بن معرب رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا تو سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

وصلی علیہ وقال: اللھم اغفرہ وارحمہ وادخلہ جنتک رواہ البیہقی وقال الحاکم ھذا الحدیث صحیح۔(۱)

نماز جنازہ پڑھی ان کی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بعد نماز جنازہ کے یہ دعا کی اے بار خدا! بخش اس کو اور رحم کر اس کو اور داخل کر اس کو اپنی جنت میں۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے اور کہا حاکم نے یہ حدیث صحیح ہے۔ اور وہ جو قنیہ میں زاہدی سے ہے اسی قول کو مرقات وغیرہ کتب میں لائے ہیں، اس کا ترجمہ یہ ہے۔ نہیں جائز ہے دعا بعد نماز جنازہ کے کیوں کہ نماز جنازہ دعا ہے اور دعا کے بعد دعا زائد تو اس کا جواب یہ ہے کہ زاہدی صاحب قنیہ معتزلی ہے معتزلہ کے نزدیک ثواب رسانی موتی [مُردوں] کو جائز نہیں، ان کے مسائل مخالف اہل سنت و جماعت ہوں تو اس کا اعتبار نہیں اور دلائل بالا سے ظاہر ہے کہ فقہاء کرام اپنی کتب میں بعد نماز جنازہ کے دعا کرنے کو لکھتے ہیں اور خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔ پھر استحباب دعا میں کیا شبہ ہے اور یہ جو مرقوم ہے کہ نماز جنازہ دعا ہے دعا کے بعد دعا کی کیا ضرورت یہ تحریر خلاف داب [طریقہ] فقہا ہے۔ نماز جنازہ من وجہ نماز ہے اور من وجہ دعا ہے جیسا کہ ہدایہ اور شرح وقایہ وغیرہ میں ہے۔ کیوں کہ اس کے لیے وضو اور تکبیر تحریمہ شرط و جز ہے مانند اور نمازوں کے۔ اسی سبب سے اس کو نماز کہتے ہیں نہ دعا، اور بعد ہر نماز کے دعا مسنون ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: سید احمد علی ڈوسنا میان۔

۱۔ بنایہ شرح ہدایہ۔

-:**مدراس**:-

الجواب:

حامداًلله تعالیٰ و مصلیاً و مسلماً علیٰ رسوله و آله اما بعد.فقال فی الفتاوی السراجیه:اذا فرغ من الصلوٰة لا یقوم بالدعاء انتهیٰ و قال فی نفع المفتی والسائل عن القنیة للزاهدیعن ابی بکر بن حامد الدعاء بعد صلاة الجنازة مکروه انتهیٰ ثم قال فیه نقلا عن القنیة ایضاً و قال محمد بن الفضل لا بأس به انتهیٰ فالراجح عندی ما هو ذهب الیه الفضلی من انه لا بأس بذالك اذ الدعاء للمیت مطلوب فی الجملة فلا یبعد ان یقال ان الدعاء بعد الصلاة علیه مندوب عنده رحمه الله اذ کلمة لا بأس کما فی رد المختار قد تستعمل فی المندوب والله اعلم بالصواب۔(۱)

خلاصہ: کہا فتاوی سراجیہ میں کہ جب نماز سے فارغ ہو دعا کے لئے کھڑا نہ ہو۔ نفع المفتی والسائل میں زاہدی صاحب قنیہ سے مروی ہے کہ بعد نماز دعا مکروہ ہے اور اسی نفع المفتی میں اسی قنیہ سے مروی ہے کہ امام محمد بن فضل کے نزدیک نماز جنازہ کے بعد دعا میں کچھ حرج نہیں اور میرے نزدیک یہ قول محمد بن فضل کا راجح ہے اس لیے کہ میت کے لیے دعا شرعاً مطلوب ہے تو کچھ بعید نہیں کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا مستحب ہو کیوں کہ لفظ لا باس کے معنیٰ ردالمحتار میں لکھے ہیں کہ یہ کبھی مستحب کے معنیٰ میں استعمال کیا جاتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

کتبه الفقیر الی الله الکریم الصمد محمد تمیم بن محمد کان الله لهما ولا سلافهما۔{محمد تمیم بن محمد}

الجواب صحیح:محمود کان اللہ لہٗ۔{محمود}

الجواب صحیح:عبیداللہ کان اللہ لہٗ۔{قاضی عبیداللہ مدارس}

۱۔فتاویٰ سراجیہ۔

:-حیدرآباد:-

دکن کا ایک فتویٰ ہمارے عزیز میاں ہاشم حسین دھوبی مرحوم نے اپنی زندگی میں مجھ کو دیا تھا اس کو یہاں درج کر دیا۔(مخلصاً)

سوال:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مبین کہ بعد غسل وتکفین میت پر دعا پڑھنا، اور بعد نماز جنازہ کے فاتحہ ودعا میت کے لیے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

المستفتی: ہاشم حسین دھوبی مرحوم

الجواب

حامداللہ مصلیا ومسلما علی رسولہ والہ وصحبہ۔

صورت مسئولہ میں بعد غسل وتکفین میت پر کوئی معین دعا پڑھنا نماز جنازہ کے آگے، کتب فقہ حنفی میں نہیں دیکھا گیا اور بعد سلام نماز جنازہ کے حنفی مذہب میں یہ دعا: اللھم ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا [1] الخ. پڑھنے کے لیے زادالآخرت میں بحوالہ تاتارخانی وجامع الرموز ونہر فائق میں لکھا ہے۔ اس کے بعد: اللھم انت ربھا و انت خلقتھا..... الخ بحوالہ فتح القدیر شرح ہدایہ لکھا ہے۔ اور اس کے بعد امام یا دوسرا کوئی نیک آدمی میت کے سرہانے الم سے مفلحون تک اور پائیں (پاؤں) طرف امن الرسول سے آخر تک سورہ بقرہ کے پڑھے اس کو مفتاح الصلوۃ میں حدیث شریف سے بیان کیا ہے: چنانچہ یوں لکھا ہے:

وچوں از نماز فارغ شوند مستحب است کہ امام یا صالح دیگر فاتحہ بقرہ تا مفلحون طرف سر جنازہ وخاتمہ بقرہ یعنی آمن الرسول طرف پائیں بخواند کہ در حدیث وارد است ودر بعضے احادیث بعد از دفن واقع شدہ ہر دو وقت کہ میسر شود مجوز است، انتہی۔

میت کی مغفرت کے لیے صدقات دینے اور دعائیں کرنے کے باب میں کتب احادیث وفقہ میں بہت سے بیانات تعین اوقات کے ساتھ وبلا تعین مذکور ہیں۔ اوپر جو کچھ لکھا گیا اسی پر کچھ منحصر نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] قرآن مجید، سورہ آل عمران، آیت: ۸، پ: ۳۔

کتبہ: المفتی شاہ محمد قادر حسین قادری عفا اللہ عنہ۔

مہر   مہر - ۹ رمضان ۱۳۳۵ھ

الجواب صحیح: محمود کان اللہ لہ۔

الجواب صحیح: سید محمد محی الدین عفی عنہ۔

الجواب صحیح: عبید اللہ کان اللہ لہ، (قاضی مدراس)

-: میلپالیم :-

الجواب صحیح: الدعاء عقب الصلوٰۃ الجنازۃ فلا بأس به كذا في رضى الشرعية.

نماز جنازہ کے بعد دعا میں کچھ حرج نہیں ہے ایسا ہی رضی الشرعیہ میں ہے:

الراقم خادم الشريعة والمنهاج محمد حسين بن حافظ فقير محمد الشافعي الميلپاليمي أنار الله قلبهما بالعلم الخفي والجلي وتجاوز الله عن ذنبهما بنوره القوي العلي، آمين۔

{محمد حسین بن حافظ فقیر محمد عفی عنہ}

الجواب صحیح: يجوز الدعاء عقب الصلوٰة الجنازة كذا في افادة الافهام۔

نماز جنازہ کے بعد دعا جائز ہے ایسا ہی افادۃ الافہام میں ہے، منکر اس کا بدعتی ہے۔

والله اعلم ۔ کتبہ: محمد شرف الدین عفی عنہ۔

الجواب صحیح: محمد عبد اللہ، خادم مدرسہ جمالیہ، مدراس - مہر

الجواب صحیح: احقر عمر القاہری عفی عنہ - مہر

الجواب صحیح: محمد میران محی الدین عفی عنہ - مہر

-: گوالیار :-

نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد اگر اسی ہیئت سے ایسا کرتے ہیں تو خلاف سنت ہونے کی وجہ سے اس کا ترک اولیٰ ہے اور اگر علحدہ ہو کر اپنی جگہ پر ہر شخص کچھ پڑھ کر

ثواب پہنچاتا ہے تو بالکل مضائقہ نہیں ہے۔ ثواب میت کو ہر صورت میں پہنچتا ہے۔ واللہ اعلم۔ کتبہ: الاحقر مقبول حسین عفی عنہ، ریاست گوالیار، ۱۸ر جون ۱۹۱۷ء۔

-: ٹونک :-

الجواب واللہ الموفق للسداد و الصواب۔ از: عدالتشرع شریف، صدر ریاست اسلام، ٹونک۔ (رجسٹرڈ نمبر۔62)

ایصال ثواب مندرجہ سوال شرعاً درست ہے اور اس سے میت کو فائدہ ہوگا بشرطیکہ ضرورنہ سمجھیں۔ واللہ اعلم، ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ۔

مواہیر و دستخط مفتیان کرام عدالت شرع شریف، صدر ریاست اسلام، ٹونک۔

مہر۔ خادم شرع، خلیل الرحمٰن عفی عنہ۔

مہر۔ خادم شرع، سید احمد مجتبیٰ عفی عنہ۔

مہر۔ عبدالرحیم عفی عنہ۔

-: بھوپال :-

اس طریق خاص سے پڑھنے اور دعاء کرنے کی ممانعت نہیں کی گئی ہے۔ اس لیے نا درست نہ ہوگا۔ اور میت کو اس سے فائدہ ہونے میں کوئی دلیل شرعی مانع نہیں ہے۔ مختصراً۔

۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

محمد یحییٰ عفا اللہ عنہ، مفتی بھوپال۔

-: نوشہرہ :-

(جناب عبدالغفور ولد حاجی داؤد صاحب ہراتی نے ایک فتویٰ نوشہرہ کا (استحباب دعاء و ایصال ثواب قبل جنازہ و بعد جنازہ سے متعلق) احقر کو دیا بسبب طوالت کے یہاں درج نہیں کیا صرف اسمائے مفتی و مصدقین نقل کر دیا۔ العبد محمد مظہر الحق: سکنۂ زیارت شیخ رحمکار لازال غریقاًفی افضال البحار۔ (مفتی نوشہرہ)

قد اصاب المجیب: خادم شرع شریف، قاضی عصمت اللہ۔

الجواب صحیح: سید مشکوۃ الدین۔

الجواب صحیح: مختصر بقلم خود۔ مہر

الجواب صحیح: العبد محمد ایوب گل فقیر کا کا صاحب قدس روحہ۔

الجواب صحیح: العبد عبد الودود۔

اصاب من اجاب: العبد محمد عبد الدیان۔ مہر

❁

-:لکھنؤ:-

سوال:

نہر الفائق شرح کنز:

ویقول بعد صلوٰۃ الجنازۃ اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ۔

بحر زخار:

چوں از نماز جنازہ فارغ شود ایں دعا بخواند: اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ و اغفرلنا ولہ۔

مرقومہ بالا دلائل سے بعد نماز جنازہ کے دعاء کرنا سنت ثابت ہوتا ہے یا مستحب یا کیا؟ بینوا توجروا۔

هو المصوب

جواب:

استحباب ثابت ہوتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ محمد عبد الہادی الانصاری غفر لہ اللہ الباری

❁

❁❁❁

فتویٰ مولوی اقام الدین صاحب

حسن اتفاق سے ہمارے بزرگ جناب عبد الواحد بن حاجی عبد الرحمٰن مدنی صاحب متولی مسجد رکھائین مولمین نے اسی مسئلہ کے متعلق مولوی سید محمد اقام الدین صاحب اسلام آباد کا فتویٰ مجھ کو دیا تو میں نے اس کو مع اسمائے شریفہ مصدقین فتویٰ ہذا کے یہاں درج کر دیا:

سوال:

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ۔اندریں کی دعائے مطلق بفحوائے آیت شریف وحدیث منیف مباح ومستحب است یا نہ؟ برتقدیر اول پیش جنازہ برداشتن سورۂ فاتحہ واخلاص خواندہ دست برداشتہ برائے مغفرت میت دعاء کردن پس نماز جنازہ ہم بوتیرۂ مزبورہ استدعائے رحمت نمودن بدعت حسنہ جائز غیر ممنوع است یا بدعت ضلالہ حرام ممنوع؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

بما ہو الصواب حسب الارشاد العباد:

"اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ"۔(۱)

و بفحوائی فرمان واجب الاذعان نبی اٰخر الزمان علیہ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلام الرحمٰن۔عن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قام رسول اللہ ﷺ علی المنبر ثم بکٰی فقال سلوا اللہ العفو و العافیۃ فان احدا لم یعط بعد الیقین(ای الایمان)خیرا من العافیہ رواہ الترمذی و ابن ماجۃ۔(۲)

اباحت دعائے مطلق ثابت وہویدا است واستحبابش آشکارا وپیدا و بمقام دیگر آں حضور علیہ صلوٰۃ اکبر ترغیبا للدعاء می فرمایند۔

۱۔قرآن مجید، سورۃ الغافر، آیت:۶۰۔

۲۔(الف) ترمذی، کتاب الدعوات، حدیث:۳۵۶۹، ۵/۳۴۲، دار الفکر، بیروت؛ (ب) سنن ابن ماجہ، کتاب الدعاء، حدیث:۳۸۴۸، ۴/۲۶۵؛ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

ان ربکم حی کریم یستحی من عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردھما صفرا۔(۱)

بدیں وجہ بعض علماء بوقت مصائب از خاموشی باولویت دعاء رفتہ حیث قال فی حاشیۃ شرح العقائد، بعضے از علماء گفتہ کہ دعاء بحد ذات خود عبادت است قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: الدعاء مخ العبادۃ۔(۲)

یعنی دعاء مغز و خلاصۂ عبادت است زیرا کہ حقیقت و خلاصۂ وی (ای عبادت) تذلل و خواریست واین در دعاء حاصل است باکمل وجوہ کذا فی شرح المشکوٰۃ للشیخ الدہلوی وایتان بعبادت اولیٰ است از ترک آن۔ ہمچنین از ابوحازم اعرج منقول ومرویست انتہی۔ چوں از فرمان پروردگار عالم واز قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم اباحت واستحباب دعائے مطلق بپایۂ ثبوت رسید واز تصریح بعضے علماء اولویت استدعائے مبحوث جلوہ گر گردید پس تبقاضائے فطرت لابدّیہ انسانیہ بوقت نزول بلاء ومصائب بحضور پروردیگار بصد عجز وانکسار دعاء باید وسورۂ اخلاص وفاتحہ خواندہ دست برداشتہ استدعاء شاید۔ لہذا پیش جنازہ برداری وپس نماز جنازہ گزاری بطریق معہود دعاء کردن بدعت حسنہ جائز غیر ممنوع است کما لا یخفی۔

درشرح عقائد گفتہ:

وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتہم عنہم نفع لہم۔(۳)

چوں بدعاء زندگان نفع مردگان است پس برما انسب واولیٰ است کہ بایشان نفعے برسانیم واز استراحت ایاکس ثوابے برگیریم وشیخ دہلوی فرمایند:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قرأ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب رواہ الترمذی و ابوداؤد وابن ماجہ۔(۴)

ظاہر آن است کہ مراد از قراءت فاتحہ در نماز جنازہ باشد چنانکہ از حدیث ابن عباس در فصل اول گزشت واحتمال دارد کہ برجنازہ بعد از نماز یا پیش ازاں بقصد دعاء خواندہ

۱۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب الدعوات، حدیث: ۲۲۴۴، ۱/۴۲۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

۲۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب الدعوات، حدیث: ۲۲۳۱، ص: ۶۹۳، المکتب الاسلامی، بیروت۔

۳۔ شرح فقہ اکبر، ص: ۲۷۹، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت۔

۴۔ معجم الکبیر للطبرانی، حدیث: ۲۰۷، مکتبۃ العلوم والحکم، موصل۔

باشد چنانکہ الآن متعارف است (شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی مذکورہ عبارت کے تحت مظاہر حق میں مرقوم ہے) قولہ چنانکہ الآن متعارف است بالمطابقۃ دلالت برآن می کند کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہر دو فاتحہ مذبورہ را در حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً یا در ہیچ دیار اسلامیہ دیدہ اندورنہ چنانکہ الآن متعارف است فرمودن چہ معنی؟ اگرچہ فاتحہ مذکورہ بوتیرہ مسطور در قرون ثلثہ یافتہ نشدہ۔ اماچوں مسلمانان آن رامباح غیر ضروری پنداشتہ می کنند پس مستوجب اجری باشد بقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام: من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل علیھا اھ مسلم۔(۱)

بلاانکار نکیر چوں مسلمانان فاتحہ موصوفہ رامباح وحسن دانستہ می کنند فلہذا نزد خدائے عزّوجلّ ہم آن بلاخطرۂ خطیر حسن خواہد شد لاثر ابن عباس ﷺ: ما راٰہ المسلمون (من الامور المباحۃ) حسنا فھو عند اللہ حسن۔(۲)

زیراکہ مادر قول ماراٰہ المسلمون عام است فو یتناول افراداً محققۃ الحدود علی سبیل الشمول کما صرح بہ فی الاصول ہرگاہ ماعام است پس ہر کارے کہ مباح باشد وبرائے مفہوم کلی آن در شرع شریف امرے یافتہ شود پس ہر جزئیہ اش کم از کم مباح گردو مادام کہ ممانعت شرعیہ درحق ہیچ جزئیہ او صادر نباشد بیشک آں درتحت عمومیت قولہ ماراٰہ المسلمون داخل گشتہ حکم جواز برآں دادہ خواہد شد۔

اظہر آں در شریعت غراء ہیچ جاممانعت فاتحہ مجوشہ نہ صراحۃً آمدہ نہ کنایۃً واشارۃً بناءً علیہ حسب تصریح فقہائے کرام وعلمائے عظام کہ اطلاق جواز برامر غیر ممنوع می کنند کمافی الشامی فقی الحلیۃ عن اصول بن الحاجب رحمۃ اللہ علیہ انہ (ای الجواز) قد یطلق ویراد بہ مالا یمتنع شرعاً اھ فاتحہ متعارۂ حال ایں دیار بدعت حسنہ جائز است۔ ھذا ما فھمت من الکتاب۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

المستخرج خادم الاسلام والمسلمین

الحکیم سید محمد اقام الدین غفرلہ ولوالدیہ ولجمیع المؤمنین، آمین!

۱۔ مشکوٰۃ شریف کتاب العلم، حدیث:۲۱۰، ۱/۶۲ دارالکتب العلمیہ، بیروت۔
۲۔ المستدرک للحاکم، حدیث:۴۵۲۲، ۴/۲۸ دارالمعرفۃ، لبنان۔

مصدقینِ فتوی ہذا

لاشك ان الدعاء المطلق مستحب والایتان به أولی من ترکه لانه مخ العبادة کما صرح به فی الکتب المبسوطة والدعاء بقرأة الفاتحه والإخلاص رافعا یدیه قبل حمل الجنازة او بعد صلوتها مباح جائز بدعة حسنة کما صرح فی کتب الفقه بأن المباح مالم یرد علیه محرم یجوز ترکه والایتان به کما فی الفتح القدیر أن المباح إنما یجوز ترکه والإیتان به إذالم یترتب علیه محرم انتهی. کتبه: العاصی محمد عبد الله عفی عنه۔

هذا الجواب موافق بالکتاب نمقه المذنب الأواب الراجی إلی الملك الوهاب۔ محمد تجمل علی غفرله الولی، پیش امام مسجد بنگالی، کنیات کوئین، برھما۔

الجواب صحیح: خادم الطلبۃ بندہ- محمد عیسیٰ علی غفرلہ الولی۔

الجواب صحیح: خادم- محمد مخلص الرحمٰن۔ خطیب مسجد ایلا۔

الجواب هو الموافق بصواب: خادم العلماء محمد شجاعت علی غفرلہ۔

قد استحسن المالکیة الدعاء قبل حمل الجنازة وبعد الصلوةعلیها ویثاب به الفاعلون والأموات لأنه من أحب المباحاتلاینکره الا الباغي والمعتزلی لأنهم ینکرون وصول الثواب إلیالأموات ولا یعتبر قولهم أحد من أهل السنة والجماعة.

کتبه: محمد مشرف علی غفرلہ الولی، امام مسجد زیر باوری، مانڈلے۔

لما أجاز الفقها رحمهم الله إطلاق الجواز علی أمور غیر ممتنعة کما برهن به المجیب فلا شك أن الفاتحة المبحوثة بدعة حسنة جائزة بلا مریة لأنه لا یوجد فی الشرع ممانعتها لاینکرها أحد إلا من لیس له درایة فی العلم۔

مہر: سید احمد

الجواب صحیح: خادم۔ مقبول احمد۔

الجواب صواب: محمد سیف اللہ صدیقی، خطیب کا کا مسجد، ٹانگو۔

المجیب مصیب: حشمت علی عفی عنہ، متولی بنگالی مسجد، مانڈلے شور۔

الجواب صواب: حافظ محمد ایوب پین مانا، پیش امام مسجد سورتی۔

الجواب صواب: واللہ أعلم الفقیر إلی رب العباد السید أحمد أبو الإرشاد المحرابي، امام مسجد پمنا۔

الجواب صحیح: الراجی إلی رحمة ربه القوی۔ السید الترمذی أبو محمد عبد اللہ المهدی الکالفوي غفر اللہ لہ۔

❁❁❁

مخالفین کے امام و معتمد علیہ یعنی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

اوران کے نائب خاص کا استحباب دعائے بعد نماز جنازہ پر فتویٰ

مخالفین پر حجّت قویہ ہے

سوال: بعد سلام نماز جنازہ کے دعا کرنا اچھا ہے یا نہیں؟

جواب: بعد سلام بھی نماز جنازہ میں دعاء پڑھنا اچھا ہے۔

کتبہ: احمد حسن ۲۷ رشوال ۱۳۳۴ھ۔

الجواب صحیح: اشرف علی، ۲۷ رشوال ۱۳۳۴ھ۔

-: بار دوم :-

سوال:

بعد نماز جنازہ دعاء مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ برجندی شرح مختصر وقایہ میں ہے:

ولا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لأنہ یشبہ الزیادۃ فیھا کذا فی المحیط وعن أبی بکر بن حامد أن الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ وقال محمد بن الفضل لا بأس بہ کذا فی القنیۃ۔(ج:1،ص:180)

اور صلوٰۃ جنازہ گو حقیقۃً دعاء ہے مگر صورۃً تو نماز ہے اور ہر نماز کے بعد دعاء مسنون ہے لعموم الادلۃ، پس اس عموم سے نماز جنازہ کے بعد بھی دعاء کو مسنون کہہ سکتے ہیں اور جنہوں نے مکروہ کہا ہے تو ظاہر ہے کہ مکروہ تنزیہی مراد لیا ہے اور لا باس بہ کا استعمال گو اکثر ترک اولیٰ (یعنی جس کا جانب مخالف جائز اور مباح ہو) کے موقع پر ہوا کرتا ہے مگر کبھی مستحب کے معنیٰ میں بھی ہوتا ہے۔ صرح فی ردالمحتار (ج:1،ص:124) پس یہ کلمہ یا تو مستحب پر محمول ہے یا جواز پر۔ بتقریر مذکور بلکہ بقرینۂ مقابلہ قولین بھی کیونکہ مکروہ تنزیہی کے معنی ظاہر ہیں کہ جس کا نہ کرنا اولیٰ ہو۔ اور کرنا ناپسندیدہ ہو سو اگر لا بأس بہ سے بھی یہی مراد ہوتی

تو اس قول کا لکھنا بظاہر تکرار غیر مفید ہوتا۔ غرض دونوں طرف وسعت ہے استحباب میں بھی اور عدم استحباب میں بھی۔ اور احقر کے نزدیک استحباب راجح ہے۔

وللناس فیما یعشقون مذاھب۔

کتبہ: احمد حسن عفی عنہ

نائب خاص مولوی اشرف علی صاحب۔

واقعی اس میں اختلاف ہے اور مسائل مختلف فیہا میں نزاع نامناسب ہے۔

فقط بندہ۔ مبین الحق عفی عنہ، منتظم مدرسۂ انجمن اسلام، کٹھور، ضلع سورت۔

-:بار سوم:-

سوال:

شرح مشکوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی: عن ابن عباس أن النبی ﷺ قرأ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب رواہ الترمذی و ابو داؤد و ابن ماجہ۔(۱)

ظاہر آن است کہ مراد از قرأت فاتحہ در نماز جنازہ باشد چنانکہ از حدیث ابن عباس در فصل اول گزشت واحتمال دارد کہ بر جنازہ بعد از نماز یا پیش ازان بقصد تبرک خواندہ باشد چنانکہ الآن متعارف است۔(۲)

جواہر النفیس شرح درہم الکیس، ص: ۱۲۳ رمیں ہے: رجل رفع یدیہ بدعاء الفاتحۃ قبل الدفن جاز۔(۳)

کشف الغطاء [میں ہے]: فاتحہ و دعاء برائے میت پیش از دفن درست است و ہمیں است روایت معمولہ کذا فی خلاصۃ الفقہ۔(۴)

زاد الآخرت میں ہے: بعد از سلام بخواند: اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا

۱۔(الف) جامع الترمذی، کتاب الجنائز، حدیث: ۱۰۲۸، دار الفکر، بیروت؛ (ب) سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، حدیث: ۳۱۹۸، دار الفکر، بیروت؛ (ج) سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز حدیث: ۱۴۹۸، دار الفکر، بیروت۔

۲۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ، ص: ۱۸۹، منشی نولکشور، لکھنؤ۔

۳۔ یہ کتاب دستیاب نہ ہو سکی۔ (طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

۴۔ تلاش بسیار کے باوجود کتاب "کشف الغطاء" دستیاب نہ ہو سکی۔

بعدہ واغفرلنا ولہ۔(۱)

بحر زخار[میں ہے]:چوں از نماز جنازہ فارغ شود این دعاء بخواند:اللھم لاتحرمنا اجرہ۔الخ۔(۲)

نہرالفائق شرح کنزالدقائق میں ہے:ویقول بعد صلوٰۃ الجنازۃ:اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا۔الخ۔(۳)

مرقومہ بالا کتابیں اور دلیلیں حنفیہ کے نزدیک معتبر ہیں یا نہیں اور ان کا خلاصہ کیا ہے۔سلیس اردو میں بیان فرماویں۔

جواب:-

(۱) حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بطریق احتمال لکھ رہے ہیں اور احتمال کے ہوتے ہوئے استدلال نہیں ہوسکتا ہے۔مشہور کلیہ ہے:اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

(۲) اس کتاب کے مؤلف کی مجھے تحقیق نہیں ہے اور مضمون اس کا جو آپ نقل فرمارہے ہیں وہ صحیح ہے اور مطلب یہ ہے کہ فاتحہ یعنی آیات قرآن بغیر رفع یدین کیے پڑھ کر رفع یدین کے ساتھ دعا کرے۔یہ مطلب نہیں ہے کہ خود قرآن پڑھنے میں رفع یدین کرے کیونکہ دعا میں رفع یدین سنت ہے اور قرآن پڑھنے میں رفع یدین ثابت نہیں۔

(۳)و(۴)و(۵)و(۶) کے مضمون سے مجھے اتفاق ہے۔یعنی دعا بعد صلوٰۃ جنازہ کو بہتر سمجھتا ہوں۔احمد حسن از:تھانہ بھون،۲۶ر محرم ۱۳۳۶ھ۔

بامر حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب۔

۱۔زادالآخرت،یہ کتاب دستیاب نہ ہوسکی۔

۲۔بحر زخار۔یہ کتاب بھی دستیاب نہ ہوسکی۔(طفیل احمد مصباحی عفی عنہ)

۳۔نھرالفائق شرح کنزالدقائق،۱/۳۹۴،کتاب الصلوٰۃ،دارالکتب العلمیہ،بیروت۔

جب مخالفوں سے کچھ نہ بن پڑا اور دعاء بعد نماز جنازہ کو ممنوع نہ ثابت کر سکے تو وہابیوں کی طرح اجتماع وغیرہ کی بیکار قید لگا کر امر حق کی مخالفت کرنے لگے۔ چنانچہ دیوبند سے اسی مضمون کا فتویٰ آیا اس کو حضرات علمائے کرام اہل سنت دامت برکاتہم نے رد فرمادیا جو ہدیۂ ناظرین ہے۔

سوال:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی میت پر دفن ہونے سے پہلے قبل از نماز وبعد از نماز سورۂ الحمد وقل ہو اللہ یا دیگر آیات پڑھی جائیں اور میت کو ثواب پہنچادیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت مانگیں۔ اس طرح پر کہ ایک شخص دعا کے کلمات کو ذکر کرے اور دوسرے آدمی آمین کہیں۔ اگر جائز ہے تو حدیث شریف سے ثبوت ہو۔ اگر ممانعت ہے تو حضور اکرم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہونا چاہیے، کسی آدمی کی ذاتی رائے نہ ہو۔ نیز اگر حدیث شریف میں ممانعت نہ ہو تو مہربانی فرما کر اتنا جواب لکھ دیا جائے کہ حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اور امام کے اجتہاد سے بتلا دیا جائے کہ امام نے اس پر ممانعت کا فتویٰ دیا ہے یا جواز کا؟ مہربانی کر کے جدید علماء کی رائے سے جواب نہ دیا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:-

میت کی مغفرت کی دعاء کے لیے شریعت میں نماز جنازہ مشروع ہے اور نماز جنازہ دعاء للمیت ہے اور کوئی دعاء وایصال ثواب بہئیۃ خاصہ واجتماع خاص شارع صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے اور نہ کسی نے ائمہ دین سے اس کو مشروع کہا۔ لہٰذا بحکم حدیث:

من احدث فی أمرنا ھذا مالیس منہ فھو رد۔(۱)

یہ عمل بدعت ہے۔ اور ثابت نہ ہونا کسی فعل کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین سے دلیل اس فعل کے مکروہ وبدعت ہونے کی ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: عزیز الرحمٰن عفی عنہ

مفتی مدرسہ دیوبند۔

---

۱ مشکوٰۃ شریف، کتاب الایمان، حدیث: ۱۴۰، ص: ۵۱، المکتب الاسلامی، بیروت۔

ردجواب دیوبند از دہلی

اس قسم کے دعا کی ممانعت حدیث سے ثابت نہیں۔پس دعا اپنی اصل پر مطلقاً امر مندوب اور فعل مرغوب ہے۔اجتماع اور افتراق سے قطع نظر کرتے ہیں۔کیونکہ ان دونوں کو اصل دعا میں کچھ دخل نہیں ہے۔پس دعا اس ہیئت پر جیسے کہ حدیث سے ثابت نہیں ویسے ہی حدیث سے ممانعت بھی نہیں۔زیادہ تحقیق کے واسطے عربی عبارت دیکھو:

فالدعاء بهذه الهيئة كما هو ليس بثابت بالاحاديث كذلك ليس بمنفي من الاحاديث. فالدعاء مطلقاً امرٌ مندوب و فعلٌ مرغوبٌ مع قطع النظر عن ضرورة الافتراق والاجتماع اعني مرتبة لا بشرط شئي. واما بالنظر الى الافتراق والا جتماع اعني مرتبة بشرط شيئ و مرتبة بشرط لا شيئ فالضرورة مسلوبة عن تينيك المرتبتين. فالدعاء في مرتبة لا بشرط شيئ امر مستحسن و مندوب كيف لا وقد قال الله: ادعوا ربكم تضرعا وخفية۔(۱)

وقال رسول الله ﷺ: الدعاء مخ العبادة۔(۲)

وان وجد هذا المطلق في ضمن فرد من هذين الفردين اذ الكلي لا محالة توجد في ضمن الا فراد فالدعاء بهذا الاعتبار ليس بداخل تحت النفي هكذا ينبغي ان يتحقق المقام فانه من مزال الاقدام من العلماء العظام۔

پس جو حدیث کہ سوال مذکور کے جواب میں نقل کی گئی وہ مناسب مقام نہیں ہے۔

علاوہ ازیں اصل میں ہر ایک شے مباح ہے جتنی چیزیں شارع ﷺ نے حرام یا مکروہ یا ناجائز کہیں وہ ناجائز۔باقی سب درست بشرطیکہ خالی عن الواب نہ ہوں۔

حررہ محمد عبدالمنان (مہر)

مدرس مدرسہ فتح پوری، دہلی۔

هذا الجواب صحيح بل اصح -محمد پر دل، مدرس مدرسہ نعمانیہ، دہلی۔

جو کچھ مولوی عبدالمنان صاحب نے تحریر فرمایا نہایت صحیح ہے، اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ زندہ مسلمانوں کی دعا و خیرات مردہ مسلمانوں کے حق میں نافع ہے۔پس جس

۱۔ قرآن مجید، سورۃ الاعراف، آیت:۵۵، پارہ:۸۔

۲۔ مشکوۃ شریف، کتاب الدعوات، حدیث:۲۲۳۱۵۱، ص:۲۹۳، المکتب الاسلامی، بیروت۔

وقت اور جس طرح پر بھی ہو سکے ان کی اس سے امداد کی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نماز بھی استغفار للمیت ثابت ہے اور بعد نماز بھی اور اسی پر ہمارے اگلے پچھلے علماء ہیں۔

چنانچہ عالمگیری میں جوہرہ نیرہ سے منقول ہے: ویستحب ان یعلم جیرانه واصدقاءه حتی یودوا حقه بالصلوٰۃ علیه والدعاء له۔ الخ۔(۱)

رہا اس ہیئت خاصہ کا حکم جس کا سوال میں مذکور ہے سو بوجہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم کی اوامر و نواہی کے تحت میں نہ داخل ہونے کے مباح ہے۔ اب رہی اس پر مداومت، سو یہ ظاہر ہے کہ یہ ایک عمل نیک ہے اور ہر عمل نیک پر مداومت کرنا محبوب و مندوب ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

احب الاعمال الی اللہ ادومها وان قل۔(۲)

یہاں سے یہ اصل بھی رد ہو گئی جو بعض حضرات نے ٹھہرا رکھی ہے کہ ہر فعل مباح بلکہ حسن بھی مداومت و ملازمت سے حرام اور بدعت ہو جاتا ہے۔ بہر حال اس طریقۂ مذکور میں کوئی خرابی نہیں۔ البتہ اس کے ساتھ یہ عقیدہ نہ کر لینا چاہیے کہ اس ہیئت خاصہ کے ساتھ دعا مامور من الشارع صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ایسی صورت میں یہ عمل بدعت منکرہ ٹھہرے گا۔ فقط۔

واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ محمد مظہر اللہ غفرلہ، امام مسجد فتح پوری دہلی۔ مہر

الجواب صحیح: محمد کرامت اللہ عفا عنہ، مفتی و واعظ، دہلی۔

الجواب صحیح: عبد الحنان عفی عنہ، مدرس مدرسہ نعمانیہ، دہلی۔

❁❁❁

۱۔ فتاویٰ عالمگیری، ۱/ ۱۵۷، کتاب الصلوٰۃ، باب الجنائز، نورانی کتب خانہ، پشاور (پاکستان)۔

۲۔ فیض القدیر، شرح جامع الصغیر، ۱/ ۲۱۵، حدیث: ۱۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

دیوبند

سوال:

بعد نماز جنازہ قبل دفن چند مصلیوں کا ایصال ثواب کے لیے سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار آہستہ آواز سے پڑھنا اور امام جنازہ یا کوئی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اٹھا کر مختصر دعا کرنا اس طرح سے کہ: (اللھم اجعل ثواب ھذا الی روحه اللھم اغفرله وارحمه واسکنه فی الجنة اللھم لاتحرمنا اجره ولا تفتنا بعده و اغفرلنا وله برحمتك یا ارحم الراحمین) یہ ایصال ثواب شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور میت کو اس سے فائدہ ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اس میں کچھ حرج نہیں ہے لیکن اس کو رسم کر لینا اور التزام کر لینا مثل واجبات کے اس کو بدعت بنا دے گا۔ کما صرح به الفقهاء۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: عزیز الرحمٰن عفی عنہ، مفتی دار العلوم دیوبند، ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ۔

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: فقیر اصغر حسین عفی عنہ۔

الجواب صحیح: خاکسار سراج احمد رشیدی کان اللہ لہ۔

الجواب صحیح: محمد انور عفا اللہ عنہ، غرض کہ ماثور و متوارث نہیں کوئی بلا تداعی اس طرح سے کرے کہ تشریع کے ساتھ ملتبس نہ ہو تو جائز ہے۔

❁❁❁

رد جواب دیوبند از الٰہ آباد

(ملخص) الجواب وھو الموفق للصواب

بعد نماز جنازہ قبل دفن ایصال ثواب اور دعا کرنا ظاہر مذہب کے خلاف ہے اور ظاہر مذہب یہی ہے کہ بعد سلام کے دعا نہ کرے لیکن بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے دعا کرنے کو بھی لکھا ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے، دعا کر سکتے ہیں۔

دعا کرنے اور ایصال ثواب میں کچھ مضائقہ نہیں۔ باقی کسی امر کے التزام سے وہ امر واجب نہیں ہوتا، اگرچہ بدعت حسنہ ہو سکتا ہے، [لیکن] بدعت سیئہ ہرگز نہیں ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

فقط۔

حررہ الراجی رحمۃ ربہ القوی ابوالحسن محمد امیر حسن

البہاری عفاعنہ الباری، مفتی المدرسۃ السبحانیہ، الٰہ آباد۔

الجواب صحیح: محمد عبدالکافی عفی عنہ، خطیب جامع مسجد، الٰہ آباد۔

لاہور

(از: دارالافتاء نعمانیہ ہند لاہور)

سوال:

عن ام سلمۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ اذا حضر تم المیت فقولو اخیرا فان الملٰئکۃ یؤمنون علیٰ ماتقولون۔(۱)

عن البراء بن عازب قال خرجنا مع النبی ﷺ فی جنازۃ رجل من الانصار فانتھینا الی القبر ولما یلحد فجلس رسول اللہ ﷺ وجلسنا حولہ کان علیٰ رؤسنا الطیر وفی یدہ عود ینکت بہ فی الارض فرفع رأسہ فقال: استعیذوا باللہ من عذاب القبر مرتین او ثلثا۔ الخ۔(۲)

احادیث بالا سے دعائے خیر کرنا یا پناہ مانگنا قبل دفن ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا

۱۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب الجنائز، حدیث: ۱۶۱۷، ص: ۵۰۸، المکتب الاسلامی، بیروت۔

۲۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب الجنائز، حدیث: ۱۶۳۰، ص: ۵۱۲، المکتب الاسلامی، بیروت۔

ہے تو فرداً فرداً ثابت ہوتا ہے یا جمعاً؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

حدیثین مسطورین ہر دو امر کی محتمل ہیں قبل دفن اجتماعاً دعا کریں یا فرداً فرداً۔

نور الحسن، ناظم العلوم

۲ر ماہ شعبان ۱۳۳۶ھ

انجمن نعمانیہ ہند، لاہور۔

بھوپال

حدیث اول میں تخصیص دعا یا پناہ مانگنے کے نہیں بلکہ حضور میت کے وقت قول خیر کا ارشاد ہے۔ حدیث ثانی میں جس وقت ارشاد استعاذہ ہوا ہے وہ وقت لحد کی تیاری کے قبل کا بتایا گیا ہے نہ کہ تقیید اسی وقت کے استعاذہ کے لیے۔ پس بہ تعمیل اس حدیث کے قبل و بعد دفن کے وقت استعاذہ کا ہے۔ یعنی دونوں وقت استعاذہ خلاف اس کے نہیں۔ اور قول خیر و استعاذہ سب کا ایک وقت میں بھی ہو سکتا ہے، اور جدا جدا اوقات میں بھی۔

۴ر جمادی الاول ۱۳۳۶ھ۔

محمد یحییٰ عفا اللہ عنہ، مفتی بھوپال۔

ٹونک

از عدالت شرع شریف، صدر ریاست اسلام، ٹونک۔ رجسٹرڈ:60

احادیث مندرجہ سوال سے دعا کرنا یا پناہ مانگنا قبل دفن بیشک ثابت ہے۔ خواہ فرداً ہو یا جمعاً۔ اگرچہ خطاب جماعت کو ہے۔ واللہ اعلم۔ مورخہ ۱۶ جمادی الاول، ۱۳۳۶ھ۔

مواہیر و دستخط مفتیان کرام عدالت شرع شریف، صدر ریاست اسلام، ٹونک۔

خادم شرع: خلیل الرحمٰن عفی عنہ۔ (مہر)

خادم شرع: سید احمد مجتبیٰ عفی عنہ۔ (مہر)

عبد الرحیم عفی عنہ۔ (مہر)

دلائل سنیت فاتحہ ودعا قبل جنازہ وبعد جنازہ قبل دفن وبعد دفن بر چہل قدم
مع اسمائے کتب ومصنفین ومصدقین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیت شریفہ:- أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ.(۱)

ترجمہ: میں قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا کو جب دعا کرے میری سرکار میں۔

اس (إِذَا دَعَانِ) کے تحت میں دعا قبل جنازہ بعد جنازہ وغیرہ داخل ہے۔

آیت شریفہ:- وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ.(۲)

ترجمہ: مغفرت طلب کر واپنے لیے اور سارے مسلمان مرد وعورت کے لیے۔

اس میں بھی ہر وقت دعا کرنے کی اجازت ہے۔

بخاری شریف، قسطلانی، فیض الباری اور مرقاۃ [میں ہے کہ]:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو گھیر کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دعاء کی ہے۔ (دیکھو دوسرا استفتا)

مانعین کے قول سے تو سب صحابہ نعوذ باللہ بدعتی ٹھہرے۔

مسلم شریف کی شرح یعنی شرح مسلم امام نووی رحمہ اللہ میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں فرمایا: ای علمنیه بعد الصلوة حفظته۔ یعنی نماز (جنازہ) کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا تعلیم کی اور میں (عبدالرحمٰن) نے حفظ کرلی۔ (کذا فی ریاحین العابدین)

ایضاً: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ظاہری کی حدیث میں فرمایا گیا: وانما کان الناس یدخلون ارسالا یدعون وینصرفون۔

خلاصہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ مبارک پر لوگ گروہ [در] گروہ داخل ہوتے تھے دعا کرتے تھے اور چلے جاتے تھے۔

۱۔ قرآن مجید، سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۸۶، پ: ۲۔

۲۔ قرآن مجید، سورۃ محمد، آیت: ۱۹، پ: ۲۶۔

ایضا: ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے میت پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی: اللھم اغفر لابی سلمۃ، اور اس کی شرح میں امام نووی نے فرمایا: فیہ استحباب الدعاء للمیت عند موتہ ولاھلہ و ذریتہ بأمور الآخرۃ والدنیا۔

خلاصہ: اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ وقت موت مردہ اور اس کے اہل وعیال و خاندان کے لیے دین و دنیا کی بھلائی کی دعا کرنی مستحب ہے۔

بحر الاسرار میں ہے: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کے لیے قبل دفن دعا کی ہے۔(کذا فی بہجۃ الاسرار)

جذب القلوب میں ہے: حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نعش مبارک پر قبل دفن دعا کی ہے۔

کفایہ میں ہے:

روی ان رجلا فعل ھکذا بعد الصلاۃ فراہ رسول اللہ ﷺ فقال ادع فقد استجیب لك۔

خلاصہ: مروی ہے کہ ایک شخص نے نماز کے بعد ایسا ہی کیا جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمالیا اور ارشاد فرمایا: دعاء کرو کہ تمہاری دعا مقبول ہوگئی۔

عنایہ میں ہے:

روی ان رسول اللہ ﷺ رأی رجل فعل ھکذا بعد الفراغ من الصلاۃ فقال ﷺ: اُدع فقد استجیب لك۔

خلاصہ: روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز جنازہ کے بعد ایسا ہی کرتے دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ دعا مانگو کیونکہ تمہاری دعا مقبول فرمالی گئی ہے۔

سنن ابن ماجہ کے حاشیہ پر شرح مفتاح الحاجۃ [میں مرقوم ہے]:

قال رسول اللہ ﷺ اقرؤا یٰسٓ علیٰ موتاکم۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے مُردوں پر یٰسٓ پڑھو (یہاں بھی قبل دفن قرآن پڑھنا نکلتا ہے۔)

اعانۃ الطالبین [میں ہے]:

وقد نص الشافعي والاصحاب علیٰ ندب قرأة ماتيسر عند الميت والدعاء عقبها اى لانه حينئذ ارجیٰ للاجابة ولان الميت تناله بركة القرأة۔

خلاصہ: امام شافعی اور ان کے اصحاب سے منصوص ہے کہ جتنا ہو سکے تلاوت قرآن پاک کرنا اور اس کے بعد دعا کرنا میت کے پاس مستحب ہے۔ اس لیے کہ اس طرح دعا کے قبول ہو جانے کی زیادہ امید ہے۔ اور پھر یہ کہ میت کو اس طرح کرنے میں برکت تلاوت حاصل ہوتی ہے۔

شامی میں ہے:

وصول القرأة للميت اذا كانت بحضرته اودعی له عقبها ولو غائبا لان محل القرأة تنزل الرحمة والبركة والدعاء عقبها ارجیٰ للقبول۔

یعنی ثابت ہے پہنچنا ثواب قرأت کا میت کو جب میت کے سامنے قرأت ہو یا اگر سامنے نہ ہو اور میت غائب ہو۔ (یہاں بھی میت کے سامنے قرأت ثابت۔)

جوہرہ نیرہ و عالمگیری [میں ہے]:

ويستحب ان يعلم جيرانه واصدقاءه بموته حتى يؤدوا حقه بالصلوة عليه والدعاء له۔

خلاصہ: مرنے والے کی موت کی خبر پڑوسیوں اور دوستوں کو پہنچانا تاکہ سب لوگ اس کا حق ادا کریں نماز پڑھ کر اور دعا کر کے [کہ یہ] مستحب ہے۔

مظاہر حق ترجمۂ اشعۃ اللمعات [میں ہے]:

وعن ابن عباس ان النبی ﷺ قرأ علی الجنازة بفاتحة الكتاب رواه الترمذی وابو داؤد وابن ماجة۔(۱)

اور روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی جنازے پر سورۂ فاتحہ۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

ف: یعنی سورۂ فاتحہ نماز جنازہ میں پڑھی جیسا کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ میں گذرا۔ یا جنازے پر بعد نماز کے یا پہلے نماز کے بقصد تبرک پڑھی ہو۔ واللہ اعلم۔

۱۔ جامع الترمذی، کتاب الجنائز، حدیث: ۱۰۲۳، ۱/ ۵۷۴، جمعیۃ المکنز الاسلامی، قاہرہ۔

مشکوٰۃ[شریف کی حدیث ہے]:

وعن البراء بن عازب قال خرجنا مع النبی ﷺ فی جنازۃ رجل من الا نصار فا نتھینا الی القبر ولما یلحد فجلس رسول اللہ ﷺ وجلسنا حولہ کان علی رؤسنا الطیر وفی یدہ عود ینکت بہ فی الارض فرفع رأسہ فقال استعیذوا باللہ من عذاب القبر مرتین او ثلثا۔ الخ۔(1)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں انصار کے ایک شخص کے جنازے میں شریک ہوئے، پس ہم لوگ اس کی قبر کے پاس پہنچے، ہنوز اسے دفن نہیں کیا گیا تھا۔ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد اس طرح بیٹھے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں یعنی سر جھکا کر چپکے بیٹھے اور دائیں بائیں نہ دیکھتے تھے اور حضرت کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی کہ کریدتے تھے اور خط کھینچتے تھے زمین میں۔[بعد ازاں] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سرِ مبارک اٹھایا اور فرمایا: پناہ مانگو ساتھ اللہ کے عذاب قبر سے، دو بار فرمایا یا تین بار۔ الخ۔

فتح القدیر اور شرح وقایہ کا اردو ترجمہ نور الہدایہ، مطبع رزاقی، کان پور۔ص:158 [میں ہے]:

حدثنی محمد بن صالح عن عاصم بن عمرو بن قتادۃ حدثنی عبد الجبار بن عمارۃ عن عبد اللہ بن ابی بکر قال لما التقی الناس بموتہ جلس رسول اللہ ﷺ علی المنبر و کشف لہ مابینہ وبین الشام فھو ینظر الی معرکھم فقال علیہ السلام اخذ الرأیۃ زید بن حارثۃ فمضی حتی استشھد وصلی علیہ ودعالہ وقال استغفروا اللہ دخل الجنۃ وھو یسعی ثم اخذ الرأیۃ جعفر بن ابی طالب فمضی حتی استشھد فصلیعلیہ ودعالہ وقال استغفروا لہ دخل الجنۃ وھو یطیر فیھا بجنا حین حیث شاء۔

یعنی بیٹھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر اور ظاہر ہوا ان کو شام تک اور دیکھتے تھے ان کی لڑائی کی جگہ کو پھر فرمایا: آپ نے لیا نشان (جھنڈا) کو زید بن حارثہ نے اور گزرے اور شہید

1۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب الجنائز، ص: ۵۱۲، حدیث: ۱۶۳۰، المکتب الاسلامی، بیروت۔

ہوئے، اور نماز پڑھی ان پر حضرت ﷺ نے، اور دعاء کی ان کے واسطے اور کہا کہ بخشش مانگو اللہ سے ان کے لیے داخل ہوئے جنت میں اور وہ دوڑتے ہیں جنت میں۔ پھر لیا نشان کو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اور گذر رے اور شہید ہوئے، پھر نماز پڑھی ان پر، دعا کی ان کے واسطے اور کہا کہ بخشش مانگو اللہ سے ان کے لیے اور داخل ہوئے وہ جنت میں اور اڑتے ہیں جنت میں ساتھ دونوں بازوں کے جہاں چاہتے ہیں۔

ان دونوں جنازوں کی نماز اور دعا کے بعد آپ نے فرمایا کہ بخشش مانگو اللہ سے ان کے لیے۔

مشارق الانوار، حدیث نمبر ۱۹۷ رمیں ہے:

عن ام سلمة اذ احضر تم الميت فقولوا خيراً فان الملئكة يؤمنون علىٰ ماتقولون۔(۱)

مسلم میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جب تم مردے کے پاس جمع ہو تو اس کے حق میں نیک بات بولا کرو اس واسطے کہ فرشتے آمین کہتے ہیں جو تم کہتے ہو۔

ف: یعنی جب آدمی مر گیا تو اس وقت فرشتے موجود ہوتے ہیں، تمہارے قول پر آمین کہتے ہیں تو اس کے حق میں نیک بات بولو [اور اس کے لیے] دعا کرو۔

معلوم ہوا کہ مردے کی خوبیاں ذکر کرنا اور اس کے واسطے دعا کرنا مستحب ہے، اس کے بدکاموں کا ذکر کرنا نہ چاہیے۔

(اس حدیث سے قبل نماز جنازہ و بعد نماز جنازہ میت کے لیے دعا کرنا فرداً فرداً ہو یا جمعاً سب کچھ ثابت ہے۔)

ایضاً: حدیث نمبر: ۲۲۰ کے تحت ہے:

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند تھے، جب وہ مرگئے تو غسل اور کفن سے پہلے حضرت نے ان کے واسطے یہ دعا کی (اللھم اغفر لابی سلمة۔الخ)

۱۔ فقیر کو لائبریری میں مشارق الانوار نہ مل سکی۔ البتہ یہ حدیث مشکوۃ شریف، کتاب الجنائز، ۱/ ۴۵۴، حدیث ۱۶۱۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت میں موجود ہے۔ (طفیل احمد مصباحی)

جواز الدعاء للموتی: مصنفہ مولانا مولوی حاجی محمد اکبر صاحب، متوطن بصیر پور، ضلع منٹگمری سلمہ اللہ تعالیٰ، مطبوعہ دہلی، ص:1 [میں مرقوم ہے]:

وعن المستظلل بن حصین رحمۃ اللہ ان علیا ﷺ صلی علی جنازۃ بعد ما صلی علیہ، بیہقی، وغیرہ۔

خلاصہ: مولیٰ علی ﷺ نے نماز جنازہ دوبارہ ایک ہی میت پر پڑھی (عندالاحناف یہ دوسری نماز دعا تھی، نماز ہی نہ تھی)۔

ایضاً: ولا یجوز الفاتحۃ قبل الجنازۃ عند الشافعی رحمۃ اللہ علیہ وعند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ علیہ یجوز وکلھم رجعوا الی قول أبی حنیفۃ رحمہ اللہ کذا فی الفصول۔

خلاصہ: قبل جنازہ فاتحہ پڑھنا امام شافعی ناجائز فرماتے تھے مگر امام اعظم جائز فرماتے تھے۔ آخر سب نے قول امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف رجوع فرمایا اور جواز کا فتویٰ دیا۔

ایضاً: وقراءۃ الفاتحۃ والدعاء للمیت قبل الدفن یجوز اتفاقاً۔ شمونی، مجموعۃ الفتاویٰ:

خلاصہ: قبل دفن کے سورۂ فاتحہ کی تلاوت اور میت کے لیے دعا بالاتفاق جائز ہے۔

ایضاً: یجوز الدعاء والفاتحۃ وغیرھما قبل دفن المیت۔

خلاصہ: دعا فاتحہ وغیرہا قبل دفن میت کے جائز ہے۔

ایضاً: وان ابا حنیفۃ لما مات ختم علیہ سبعین الفا قبل الدفن جامع الرواۃ۔

خلاصہ: امام اعظم ابوحنیفہ ﷺ کے وفات کے بعد قبل دفن ستر ہزار ختم پڑھے گئے۔

ایضاً: پس ثابت ہوا کہ بعد جنازہ قبل از دفن دعا مانگنا قرآن بخشنا میت کے واسطے جائز ہے۔ اور جو بعض صاحب فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ خود دعا ہے پھر اس کے بعد دعا کی کیا ضرورت قلنا [ہم نے کہا] تسلیم کیا کہ جنازہ کی نماز دعا ہے لیکن دعا بعد دعا کے کراہۃ یا ناجائز ہونے کا کیا ثبوت۔ اور عدم ضرورت مستلزم کراہۃ کو نہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ نماز جنازہ

نماز ہے کما فی الکتب اور بعد ہر نماز کے دعا ہے کما فی الاحادیث تو بعد جنازہ کے بھی دعا چاہیے۔

بہت سی کتب میں ہے کہ حضرت امیر حمزہ ﷺ کا چند بار جنازہ پڑھا گیا اول نماز جنازہ کو نماز کہو خواہ دعا بہر حال دعا بعد دعا جائز یا بعد نماز جنازہ دعا جائز یہ حدیث مشہور ہے۔

(پھر اسی صفحہ میں ہے) پس جب دعا قبل از سلام کو ہم مکروہ اور بدعت قبیحہ نہیں کہہ سکتے باوجود مخالفت ظاہر مذہب کے تو دعا بعد از سلام کو کس طرح مکروہ یا بدعت کہیں واسطے قول خانہ ساز کے کہ دعا بعد دعا کی کیا ضرورت ہے۔

ایضاً (ص:6): خلاصہ یہ کہ کہا شامی وغیرہ نے تعزیۃ دعا ہے واسطے میت واہل میت کے اور یہ دعا سنت ہے۔ قبل از دفن متصلاً بعد نماز جنازہ ہو یا منفصلاً نزدیک حنفیہ کے۔ اور نزدیک شافعیہ وحنبلیہ کے یہ دعا سنت ہے، قبل از دفن وبعدہ ۳؍روز تک۔

(پھر اسی صفحہ میں ہے): مسند خلال میں ہے کہ جب انصار کا کوئی آدمی فوت ہوتا تو وہ اس کے واسطے قرآن ختم کرتے۔

صراط الاسلام وصراط النجات: مولانا غلام قادر صاحب، ص ۴۵؍ پر ہے:

اور سلام کہہ کے یہ پڑھے: ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا۔ الخ اور سرہانے میت کے ہو کر الم سے مفلحون تک اور بائیں آمن الرسول سے آخر سورہ تک پڑھے بعدہ میت کو قبر میں دفن کرے۔

تحفۃ المصلی: مولانا محمد دائم اللہ مفتی صاحب، ص ۲۹ [میں ہے]: بعد سلام کے گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ کر میت کو ثواب بخشے۔

نماز مترجم: مولانا ابوالبشیر محمد صالح صاحب، ص ۸۵ [میں ہے]: مسئلہ: بعد نماز کے سب لوگ بیٹھ کر قل شریف گیارہ بار اور الحمد شریف دس بار پڑھ کر ثواب میت کے روح کو بخشیں۔

مفتاح الصلوٰۃ: مولانا فتح محمد برہان پوری صاحب، ص ۱۵۱ [میں ہے]: مسئلہ: و چوں از نماز فارغ شوند مستحب است کہ امام یا صالح دیگر فاتحہ و بقرہ تا مفلحون طرف سر جنازہ خاتمہ بقرہ یعنی آمن الرسول طرف پائیں بخواند کہ در حدیث وارد است و در بعضے احادیث

بعد از دفن واقع شدہ ہر دو وقت کہ میسر شود بجواز است۔

خلاصہ: نماز جنازہ سے فارغ ہو کر میت کے سرہانے سورۂ فاتحہ و سورۂ بقرہ یعنی الٓمّ کو مفلحون تک اور پائیں آمن الرسول آخر سورہ تک قبل دفن میت پڑھنا مستحب ہے۔ بعض حدیثوں میں بعد دفن یہی آیا ہے، بہر حال دونوں وقت اجازت ہے۔

مجموعہ خانی: مطبوعہ لاہور ص ۱۱۱ جلد اول [میں ہے]:

وبعد از تکبیر چہارم سلام ہر دو جانب بگوید و دعاء بخواند وفتویٰ بریں قول است۔

ترجمہ: چوتھی تکبیر کے بعد دونوں جانب سلام کہے اور دعا کرے اسی پر فتویٰ ہے۔

تنبیہ الغافلین: ص ۷۳ [میں ہے]:

اچھا طریقہ ثواب رسانی کا مردے کے حق میں یہ ہے کہ قبل دفن کے جس قدر ہو سکے کلمہ یا قرآن شریف یا درود یا کوئی سورہ پڑھ کر اس کا ثواب اس مردے کو بخشیں کہ پہلی منزل کی سختی میں کام آوے۔

فلاح دارین: مولانا مولوی محمد علی خان صاحب رام پوری، ص: ۵۱۲ [میں ہے]:

بعد نماز جنازہ جب صفیں منتشر ہو جائیں تو مختصر دعائے مغفرت میت کے لیے ہاتھ اٹھا کر کرنی جائز ہے۔ اور بعد نماز قیام صفوف کی حالت میں طویل دعا نہ کرنی چاہیئے کہ میت کے دفن کرنے میں تاخیر ہوگی حالانکہ ان میں جلدی چاہیے۔

مصدقینِ کتاب مذکور

شمس العلما مفتی احمد حسن صاحب جالندھری۔

حافظ مولوی محمد فدا احمد صاحب رام پوری۔

مولوی محمد عبد الغفار خان صاحب رام پوری۔

مولوی علی جان صاحب رام پوری۔

مولوی محمد عمر خان صاحب حیدر آبادی۔

مولوی خواجہ احمد قادری صاحب، مدرسہ دار الارشاد، رام پور۔

مولوی محمد عنایت اللہ صاحب۔

مولوی محمد پردل صاحب۔

مولوی محمد امانت اللہ صاحب۔

مولوی محمد اعجاز حسین صاحب، برادر خرد مولوی محمد ارشاد حسین صاحب مرحوم۔

منشی محمد شید اعلی خان صاحب رام پوری۔

ردوہابیہ مصنفہ مولانا مولوی نجم الدین صاحب اسلام آبادی۔ صفحہ:۱۸[میں ہے]:

بعد موت مسلم قبل دفن او جہتِ مغفرت و تخفیف عذابش خیرات و صدقات مال نمودن و ختم قرآن مجید و تہلیل خواندن شرعاً روا و درست است چنانچہ در لآلی فاخرہ تذکرۃ الآخرہ نوشتہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمود موت فزع است پس برائے میت قبل دفن او صدقہ بدہید وانچہ از قرآن و ادعیہ تو انید بخوانید و برائے او بخشید۔

خلاصہ: مسلمان مردہ کی بخشش و تخفیف عذاب کے لیے قبل دفن خیرات و صدقات مال کرنا اور ختم قرآن مجید و کلمہ طیبہ پڑھنا شرعاً جائز و درست ہے۔ لآلی فاخرہ میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت پریشانی ہے۔ لہٰذا نفع میت کے لیے قبل دفن صدقہ دو اور جتنا ہو سکے قرآن پڑھو۔ دعا کرو اور سب میت کو بخش دو۔

ایضاً: و نیز در شرح برزخ مرقوم نمودہ تصدق و خواندن قرآن بر میت و دعاء در حق او قبل برداشتن جنازہ و پیش از دفن سبب نجات از اہوال آخرت و عذاب قبر است۔

خلاصہ: شرح برزخ میں فرمایا کہ صدقہ دینا اور قرآن پڑھنا اور دعا میت کے لیے جنازہ اٹھانے سے پہلے اور دفن سے پہلے خوف آخرت و عذاب قبر سے نجات کا سبب ہے۔

ایضاً: اس زمانہ میں بعض لوگ فاسد مزاج اور بد عقیدہ اور فریب دینے والے ہویدا اور بظاہر ہو کر راہ نیک اور اسلام کو بگاڑتے ہیں اور راہ بہتری کو مسدود اور بند کرتے ہیں اور زیارت قبور کو ممنوع اور حرام جانتے ہیں اور قرآن شریف غیر سے پڑھوانا اور خیرات اور صدقات دینا مکروہ اور برا سمجھتے ہیں نعوذ باللہ منھم و من افعالھم اب چاہیے سب مسلمانوں دیندار بھائیوں کو کہ عمل خیر میں کوشش کریں اور حتی المقدور مردوں کے واسطے افعال حسنہ کریں اور کرائیں اور دعا اور درود پڑھیں اور پڑھوائیں اور ایصال ثواب کریں اور کرائیں۔

مصدقینِ کتاب مذکور

جناب مولوی ولایت حسین صاحب، مدرس مدرسہ عالیہ، کلکتہ۔

جناب مولوی محمد یقوب صاحب، سپرنٹنڈنٹ مدرس، مدرسہ چاٹگام۔

جناب مولوی خلیل الرحمان صاحب، مدرس مدرسہ چاٹگام۔

جناب مولوی عبدالودود صاحب، مدرس مدرسہ چاٹگام۔

جناب مولوی سید مسیح اللہ صاحب مرزاپوری۔

جناب مولانا بہاؤالدین صاحب شامی نقشبندی۔

جناب مولوی مفضل الرحمان صاحب، ساکنیہ۔

جناب مولوی محمد یوسف صاحب قاضی ارکانی۔

جناب سید مولانا خواجہ محی الدین صاحب بخاری۔

جناب مولوی امانت اللہ صاحب۔

جناب مولوی اشرف علی صاحب، مدرس مدرسہ چاٹگام۔

جناب مولوی امین الحق صاحب فرہادآبادی۔

جناب مولوی عبدالعزیز صاحب مدار باری۔

جناب مولوی عبدالباقی صاحب مدار باری۔

جناب مولوی عبدالخالق صاحب عیسیٰ پوری۔

جناب مولوی عرفان علی صاحب، خطیب بدرمقام۔

جناب مولوی وحافظ انوار علی صاحب اسلام آبادی۔

جناب مولوی وحافظ عبدالقادر صاحب، تھانۂ اٹھہز اری۔

جناب مولوی مقبول احمد صاحب مدارشاہی۔

جناب مولوی عبدالخالق صاحب مدارشاہی۔

جناب مولوی امین اللہ صاحب مدارشاہی۔

جناب مولوی ناظم احمد صاحب، تھانۂ اٹھہز اری۔

جناب مولوی عبدالباری صاحب۔

جناب مولوی محمد بزرجمہر صاحب۔

جناب مولوی عبدالواسع صاحب، باشندۂ جلدی۔

جناب مولوی عبدالصمد صاحب ارکانی۔

جناب مولوی نور الدین صاحب۔

جناب مولوی فیض احمد صاحب۔

جناب مولوی غلام مصطفےٰ صاحب، باشندۂ آسیہ۔

جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب۔

جناب مولوی منیر الدین صاحب، فکریہ۔

جناب مولوی تفضل علی صاحب عیسیٰ پوری۔

جناب مولوی اجابت اللہ صاحب۔

جناب مولوی عبدالکریم صاحب۔

جناب مولوی طوفان علی صاحب۔

جناب مولوی عبدالحئی صاحب۔

جناب مولوی میر عبدالصمد صاحب۔

جناب مولوی عبدالاحد صاحب۔

جناب مولوی نذیر احمد صاحب۔

جناب مولوی سید مسعود علی صاحب قاضی جون پوری۔

جناب مولوی سید عبداللہ صاحب۔

جناب مولوی امیر الدین صاحب۔

جناب مولوی سید محمد خراسانی صاحب۔

جناب مولوی عبدالرحیم صاحب۔

جناب مولوی عبدالحکیم صاحب عیسیٰ پوری۔

جناب مولوی محمد فیض الرحمان صاحب۔

جناب مولوی وجیہ الدین صاحب۔

جناب مولوی عبدالحکیم صاحب۔

جناب مولوی مقبول احمد صاحب۔

جناب مولوی عبدالکریم صاحب۔
جناب مولوی محمد شفیع صاحب ارکانی۔
جناب مولوی عبدالغفور صاحب پشاوری۔
جناب مولوی اشرف علی صاحب۔
جناب مولوی محمد بشیر اللہ صاحب۔
جناب مولوی محمد الیاس صاحب پشاوری۔
جناب مولوی عبدالباری صاحب شامی پوری۔
جناب مولوی عبدالواحد صاحب اسلام آبادی۔
جناب مولوی عبدالقادر صاحب نخچگری۔
جناب مولوی عبدالخالق صاحب سلیم پوری۔
جناب مولوی میاں محمد صاحب پنجابی۔
جناب مولوی عبدالمجید صاحب۔
جناب مولوی سید رقیم الدین صاحب۔
جناب مولوی امجد علی صاحب عیسیٰ پوری۔
جناب مولوی افاض اللہ صاحب دیانگی۔
جناب مولوی محمد اسعد اللہ صاحب، تھانہ ساتکھنیہ، موضع کہگر یہ۔
جناب مولوی فیض الرحمٰن صاحب، متوطن گھیرہ۔
جناب مولوی امین اللہ صاحب، تھانہ فٹکچھری۔
جناب مولوی عبدالصمد صاحب، باشندہ حویلی شہر۔
جناب مولوی عبدالقادر صاحب، مدرس مدرسہ اسلامیہ، رنگون، باشندہ چاٹگام، وطن مالوف پتھنگاہ۔
جناب مولوی مفضل الرحمٰن صاحب، ساکن چنوتی، تھانہ ساتکنیہ، ضلع چاٹگام۔
جناب مولوی ارشاد علی صاحب سندیپی۔
جناب مولوی محمد یعقوب صاحب سلیم پوری۔
جناب مولوی اکرم علی صاحب نظام پوری۔

جناب مولوی حشمت علی صاحب مدار شاہی۔

رضی الشرعیۃ [میں ہے]:

الدعاء عقب صلوٰۃ الجنازۃ فلا بأس۔ کذا فی رضی الشرعیۃ۔

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا کچھ حرج نہیں ہے ایسا ہی رضی الشرعیۃ میں ہے۔ (منقول از فتویٰ)

افادۃ الافہام [میں ہے]:

یجوز الدعاء عقب صلوٰۃ الجنازۃ کذا فی افادۃ الافہام۔

نماز جنازہ کے بعد دعا جائز ہے، ایسا ہی افادۃ الافہام میں ہے۔ (منقول از فتویٰ)

نہر الفائق شرح کنز الدقائق [میں ہے]:

ویقول بعد صلوٰۃ الجنازۃ اللھم لاتحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا ولہ اور کہے بعد نماز جنازہ کے: اللھم لا تحرمنا اجرہ۔ الخ۔ (منقول از فتویٰ)

بحر ذخار [میں ہے]:

چوں از نماز جنازہ فارغ شود ایں دعاء بخواند: اللھم لا تحرمنا اجرہ۔ الخ

جب نماز جنازہ سے فارغ ہوئے یہ دعا پڑھے: اللھم لا تحرمنا اجرہ۔ الخ

جواہر النفیس شرح درہم الکیس: علامہ شمس الدین خراسانی، ص: ۱۳۲: وفی نافع المسلمین [میں ہے]:

رجل رفع یدیہ بدعاء الفاتحۃ للمیت قبل الدفن جاز۔

ترجمہ: کسی نے ہاتھ اٹھا کر قبل دفن میت کے لیے دعا کی تو جائز ہے۔

کشف الغطاء [میں ہے]:

فاتحہ ودعا برائے میت پیش از دفن درست است وہمیں است روایت معمولہ کذا فی خلاصۃ الفقہ۔

ترجمہ: فاتحہ اور دعا میت کے لیے دفن سے پہلے درست ہے یہی معمول بہ یعنی مفتیٰ بہ ہے ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے۔ (منقول از فتویٰ)

زاد الآخرت [میں ہے]:

دور بحر زخار گفتہ بعد سلام بخواند پ: اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ

واغفرلنا وله. بروتق۔

ترجمہ: بعد سلام نماز جنازہ کے کہے: اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ واغفرلنا وله۔

جواز الدعاء للموتیٰ [میں ہے]:

و عن انس مرفوعاً عمل البر کله نصف العبادة و الدعاء نصف فاذا اراد الله بعبد خیرا انتحی قلبه للدعاء. ابن منیع۔

ترجمہ: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی تحدیث ہے کہ سارے عمل نیک آدھی عبادت ہے اور صرف دعا آدھی عبادت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے اس کے قلب کو دعا کی طرف متوجہ فرماتا ہے چونکہ بعد ہر نیک عمل نماز، روزہ، حج، طواف، قرآن، ونحوہا کہ دعا ہے۔ پس بعد جنازہ کہ یہی چاہیے کیوں کہ عمل نیک ہے ناقص نہ رہے۔ اور اس واسطے کہ بعد جنازہ دعا نہ مانگنا قاعدۂ کلیہ۔ ان الله یغضب علی من لا یسئل۔ الخ۔ میں داخل ہے۔ رواہ الدیلمی عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔

(پھر دو سطر کے بعد ہے): اور بعد جنازہ کے دعا مانگنے میں ہرگز کوئی خوف نہیں۔

قال سبحانه وما کان الله معذبهم وهم یستغفرون۔ وعن انس رضی اللہ عنہ۔ مرفوعاً لا تعجزوا عن الدعاء فانه لن یهلك مع الدعاء احد رواہ حاکم و مثله عن علی مرفوعاً رواہ ابن عساکر۔

حدیث وآیت شریفہ میں جملہ جو حکم نکرہ میں ہوتا ہے بعد نفی کے واقع ہے پس عام ہوا پس معنی یہ ہوئے کہ (اللہ تعالیٰ) استغفار اور دعا مانگنے والے کو کسی وجہ سے عذاب اور ہلاک نہیں کریگا خواہ استغفار اور دعا کسی وقت میں اور کسی حالت میں ہو۔ (پس جنازہ پر دعا مانگنے والا کس طرح گنہگار یا بدعتی و دوزخی ہو۔)

طی الفراسخ [میں ہے]:

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے تعزیت کی اسماء کی ان کے بیٹے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے یہاں اور جسم ان کا سولی پر لٹکا ہوا تھا (اس حدیث سے بھی قبل دفن دعا ثابت۔)

شمس الفقہ [میں ہے]:

ماتم پرسی کرنا بالاتفاق مستحب ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قبل دفن سنت ہے بعد میں نہیں اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک قبل دفن اور بعد تین دن تک سنت ہے۔

مانع البدعات [میں ہے]:

(مخالفین کی مانی ہوئی کتاب) ص: ۴۲ اور شیخ عبدالحق نے جامع برکات میں لکھا ہے:

کہ تعزیت دفن میت کے پہلے اور بعد دفن کے تین روز تک مستحب ہے۔

(اور ص: ۱۴ میں ہے):

سوال: تعزیت میت میں جانا اور دونوں ہاتھ اٹھا کے سورۂ فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب: تعزیت میت کے لیے جانا جائز ہے اور اس کے واسطے دعائے مغفرت کرنی مستحب اور ایسا ہی دعائے خیر اہل میت کے واسطے ہے۔

الحمدللہ کہ مخالین کے پیر نے تو قبل دفن میت کے واسطے سورۂ فاتحہ پڑھنا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو جائز کا ہے۔ یہ ہی نہیں مولوی رشید احمد گنگوہی کو لیجیے۔(۱)

ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اس کی اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں۔

(کیا نماز جنازہ ذکر شر ہے اور لیجیے) جلد: ۱، ص: ۹۷: بعد عبادت کے نماز ہو یا ذکر ہو اجابت کی توقع ہے حدیث سے یہ ثابت ہے۔ الخ

(اور یہی لیجیے ایصال ثواب اور تہلیل قبل دفن کے لیے) جلد: ۱، ص: ۷۲ / ایصال ثواب ہر روز درست اور موجب ثواب ہے کوئی وقت شرع سے موقت نہیں اور روز وفات بھی درست ہے اگر کسی دن کو ضروری نہ جانے۔

❁❁❁

۱۔ فتاویٰ رشیدیہ، جلد ۱، ص: ۱۱۱۔

تہلیل

جلد:۲،ص:۹۵،جس وقت میت پر جمع ہوتے ہیں اس کی تجہیز و تکفین کے واسطے وہاں جو لوگ کاروبار میں مشغول ہیں وہ اپنے کام میں رہیں اور باقی کلمہ پڑھے جائیں جس قدر ہو جائے اور باقی کو اپنے گھر پڑھ دیں کوئی حاجت اجتماع کی بھی نہیں حدیث میں ایک جلسہ میں پڑھنا یا جمع ہو کر پڑھنا تو ذکر نہیں ہوا۔ پڑھنا فرمایا ہے جس طرح ہو کر دیں۔

دیکھو مولوی اسحاق صاحب اور مولوی رشید احمد گنگوہی دونوں مخالفین کے پیر میں دونوں نے ایصال ثواب قبل دفن اور تعزیت قبل دفن اور دعا قبل دفن کی اجازت دے دی۔ الحمد اللہ مخالفین کے دونوں پیر بھی اس مسئلہ میں۔ برہما۔ والے مسلمانوں کے ساتھ ہیں بس اتنی ہی اجازت ہمارے لیے کافی ہیں۔ اگر یہ کہیں کہ جمع ہو کر کرنا کہاں ثابت ہے تو ان ضدیوں کے لیے بھی بس ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازہ والی حدیثیں کہ کسی میں: فقولو خیر یعنی تم سب خیر کہو اور کہیں: استعیذوا یعنی تم سب پناہ مانگو: یدخلون رسًا لا یدعون ویرھوفون یعنی گروہ گروہ آتے تھے دعا کرتے تھے اور چلے جاتے تھے یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نعش مبارک کو گھیر کر صحابہ دعا کرتے تھے اور بھی لیجیے۔

اجتماعی دعاء کا ثبوت

"خزینۃ الاسرار" مصنفہ علامہ سید محمد حقی نازلی ،مطبوعہ مصر، ص ۱۳۹ ،فصل الایات والاحادیث الصحیحۃ الورادۃ فی خصائص الدعاء و فضائلہ (وفی روایۃ) البخاری و مسلم والترمذی والنسائی قال رسول اللہ ﷺ: الدعاء مستجاب عند اجتماع المسلمین۔

ترجمہ: فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دعا مقبول ہے جب کہ اجتماع ہو مسلمانوں کا۔

مکارم الاخلاق: مصری، ص ۹۳:

عن ابی عبد اللہ صقال ما من رھط اربعین رجلا اجتمعوا فدعوا اللہ

عزوجل فی امر الاستیجاب اللہ لھم فان لم یکونوا اربعین فاربعة یدعون اللہ عشر مرات فان لم یکونوا اربعة فواحد یدعوا اللہ اربعین مرة وعنه ﷺ قال کان ابی ﷺ اذا حزبه امر جمع النساء والصبیان ثم دعا وامّنوا وعنه علیه الصلوٰة والسلام الداعی والمؤمن فی الاجر شریکان

خلاصہ: مروی ہے ابوعبداللہ ﷺ سے کہ کوئی چالیس آدمیوں کی جماعت ایسی نہیں کہ رب العزت کی سرکار میں دعا کریں لیکن اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمالیتا ہے اور اگر چالیس آدمی نہ ہوں تو چار آدمی دس دس مرتبہ دعا کریں اور ایک ہی آدمی ہو تو چالیس مرتبہ دعا کرے۔

اور انہیں سے مروی ہے کہ میرے والد ﷺ جب کوئی مشکل آپڑتی تو عورتوں اور بچوں کو جمع کرتے خود دعا فرماتے سب لوگ آمین کہتے اور حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ دعا کرنے والا اور آمین کہنے والا دونوں اجر میں شریک ہیں (دعا کے لیے اجتماع اور ایک کا دعا کرنا سب کا آمین آمین کہنا اور دعا پر دعا کرنا سب باتیں عبارت مکارمِ الاخلاق سے ثابت ہیں۔)

اگر یہ کہے کہ امام دعا کرے یہ کہاں ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ مفتاح الصلوٰۃ کی عبارت کو دیکھیں کہ (چوں از نماز فارغ شوند مستحب است کہ امام یا صالح دیگر۔الخ۔) اور کتاب ریاحین العابدین، جلد اول، ص: ۲۶۴، میں ہے کہ اپنے صالحین سے دعا منگوایا کریں اور کتاب جواز الدعا، ص:۹ میں ہے:

ویستحب ان یحضر المیت الصالحون لیذکروه ویدعوا له ولمن یخلفه فینتفع بذلك المیت ومن یصاب به ومن یخلفه۔الخ۔

خلاصہ: صالحین کا میت کے پاس تذکیر و دعا کے لیے جانا جس سے میت کو نفع پہنچے اور مصیبت زدگان ورثہ میت کو بھی مستحب ہے۔ (جبکہ صالحین سے دعا کرانا سنت ہوا تو پھر اپنے امام سے بڑھ کر کون صالح ہوگا۔)

چہل قدم پر بعد دفن دعاء کرنا

جواز الدعا، ص:۵، اور کہا مجموعۃ الفتاویٰ میں (مصنفہ مولانا جمال الدین معتبر کتاب ہے اور صاحب تفسیر روح البیان وغیرہ نے بھی اس کتاب کا ذکر اپنی تفسیر میں کیا ہے۔):

یستحب ان یرجع بعد الدفن اربعین قدماً ثم یعود ویدعو له۔

ترجمہ: بعد از دفن مقبرہ سے بقدر چہل قدم جا کر پھر طرف مقبرہ کے متوجہ ہو کر دعا مانگنا مستحب ہے۔

مسائل موتیٰ: مطبوعہ کلکتہ، ۱۲۷۶ء، ص:۴۳، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کے دفن کے پہلے قرآن مجید اور دعائیں جس قدر پڑھ کر اسے بخش سکو بخشو اور صدقہ جس قدر دے سکو دو کیونکہ صدقہ دینا اور کچھ پڑھ کے بخشنا سبب نجات مردے کا اور تخفیف عذاب قبر کا ہوتا ہے، ۱۲۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين

والحمد لله عبد العالمين۔

احقر محمد بن حافظ حسین واحد عرف سیا گلے

خطیب مسجد قبرستان، نئی بستی، مولمین۔

تشکر[1]

میں صدق دل سے جناب سیٹھ موسیٰ حاجی ابراہیم ڈیلی صاحب، مرچنٹ رنگوں کا شکرگذار ہوں کہ جن کی مالی اعانت سے یہ رسالہ چھپ کر شائع ہوا۔ خداوند کریم ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

خاکسار
محمد بن حافظ حسین
واحد عرف سیا گلے
خطیب مسجد قبرستان
نئی بستی، مولمین، لوربرما

❁❁❁

اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن
حیدرآباد - دکن

❁❁❁

[1] از:- ناشر اول۔